امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

شہریوں کے تحفظ کے متعلق امارت اسلامیہ کا اعلامیہ

ماہنامہ شریعت

جلد 3 ربیع الاول 1436ھ مطابق جنوری 2015ء شمارہ 11

جارحیت پسندوں کی پسپائی کے آخری لمحات کی مناسبت سے
امارت اسلامیہ کا اعلامیہ

- امریکہ کے پر فریب وعدے اور منافقانہ پالیسی
- امریکی زوال کی پیش گوئیاں
- امریکا اور نیٹو کا طویل قیام کیا یہ ممکن ہے؟!
- کابل: حالیہ حملے اور دشمن کی بوکھلاہٹ
- معتدل اسلام کے نعرے اور امریکی مفادات

مجاہدین کی عسکری تربیت کے ساتھ علمی و فکری تربیت بھی کی جاتی ہے
امارت اسلامیہ کے جہادی تربیتی مرکز کے ذمہ دار کی گفتگو

فرمان نبی کریم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتکثروالکلام بغیرذِکراللہ ،فان کثرۃ الکلام بغیر ذِکراللہ قسوۃ للقب ، وان ابعدا لناس من اللہ القلب القاسی (رواہ الترمذی)

ترجمہ:

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کہ اللہ تعالیٰ کے ذِکر کے بغیر زیادہ کلام نہ کیا کرو کیونکہ اس سے دل میں قساوت (سختی اور بے حسی) پیدا ہوتی ہے اور لوگوں میں وہ آدمی اللہ تعالیٰ سے زیادہ دور ہے جس کے قلب میں قساوت (سختی)ہو۔

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ
شریعت

جلد 3 ربیع الاول 1436ھ بمطابق جنوری 2015ء شمارہ 11

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ شریعت امارت اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے، جو امارت اسلامیہ کے میڈیا ونگ اور ثقافتی کمیشن کی زیر نگرانی شائع ہوتا ہے۔ ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری کشمکش، حالات و واقعات اور مظلوم مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے بھیانک مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

مدیر اعلی: ولید افغان

نائب مدیر: شمس ابدالی

مجلس مشاورت

- ملا اسد افغان
- سلمان بدر
- ہارون بلخی
- فرہاد ہروی
- استاد فریدون

عکس درون

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
1	امریکہ کے پرفریب وعدے اور منافقانہ پالیسی	2
2	جارحیت پسندوں کی پسپائی کے آخری لمحات کی مناسبت سے امارت اسلامیہ کا اعلامیہ	4
3	شہریوں کے تحفظ کے متعلق امارت اسلامیہ کا اعلامیہ	6
4	ایڈز: امریکی جارحیت کا تحفہ	7
5	امارت اسلامیہ کے جہادی تربیتی مرکز کے ذمہ دار کی گفتگو	8
6	امریکا کی پرفریب اور ناکام جدوجہد	12
7	مولانا عبداللہ ذاکری رحمہ اللہ	13
8	عراق: امریکی فوج کے دوبارہ آنے کے ارادے و مقاصد	19
9	معتدل اسلام کے نعرے اور امریکی مفادات	21
10	امریکی زوال کی پیش گوئیاں	22
11	قابض افواج کی معاہدہ مخالفت؟	23
12	غدار جرگہ	24
13	ہماری تہذیب، ہمارا فخر	25
14	امریکا اور نیٹو کا طویل قیام کیا یہ ممکن ہے؟!	26
15	جنگ اور تباہی کی آگ کون بڑھکا رہا ہے؟؟؟	28
16	تیرے لہو کی قسم	29
17	جنگی پالیسی میں توسیع کے مقاصد	30
18	مؤمن جھوٹا نہیں ہوتا!	32
19	کابل: حالیہ حملے اور دشمن کی بوکھلاہٹ	34
20	مساجد میں دھماکوں کا ذمہ دار کون؟	36
21	قبلہ اول کے خلاف عالمی سازشیں	37
22	نازک آبگینوں کی صدا	38
23	افغانستان نومبر 2014 میں	39
24	جنگی جرائم برائے نومبر 2014	43
25	صفر المظفر کے مہینے میں ہونے والے کارروائیوں کا جدول	44

ڈیزائننگ: مولوی محمد فاروق

رابطے کے لیے برقی پتہ:
shariatmagazine@yahoo.com

انٹرنیٹ ایڈیشن ملاحظہ کیجیے:
www.shahamat-urdu.com

قیمت فی شمارہ: 30 روپے

سالانہ زر تعاون: 350 روپے

سالانہ زر تعاون

امریکہ، آسٹریلیا، افریقہ اور یورپی ممالک.....40 ڈالر

سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات.....30 ڈالر

بنگلہ دیش.....28 ڈالر

مدیراعلی

امریکہ کے پر فریب وعدے اور منافقانہ پالیسی

افغانستان پر مسلط کئے گئے جنگ کے بارے میں دسمبر کی 25 تاریخ کو اوبامہ نے جن خیالات کا اظہار کیا اسے میڈیا میں کافی اچھالا گیا اور اتنی اہمیت دی گئی گویا یہ دنیا میں کوئی بڑی تبدیلی لانے کے لئے اٹھائے گئے کسی حتمی اقدام کی سچی خوشخبری ہو۔

امریکی ریاست اوہایو میں 2015 کی آمد اور کرسمس کے سلسلے میں منعقدہ تقریبات میں اوبامہ نے امریکی فوج سے مخاطب ہو کر کہا: افغانستان میں ہماری لڑائی اختتام پذیر ہو گئی ہے اور اب امریکی فوج ایک طویل لڑائی کے بعد اپنے وطن واپس آرہی ہے، افغانستان میں باقی رہ جانے والے فوجی صرف افغان فورسز کو تربیت دیں گے اور بس۔

امریکی صدر باراک اوبامہ کا یہ وعدہ اور اعلان ایک ایسے وقت میں سامنے آیا جب اس سے صرف ایک دن قبل امریکی فوج نے صوبہ لوگر کے ضلع برکی برک کے گاوں آبجوش میں رات کی تاریکی میں دو گھروں پر وحشیانہ بمباری کی، جس کے نتیجے میں دونوں گھر خاکستر اور مکینوں میں سے 5 افراد شہید جبکہ 6 افراد شدید زخمی ہو گئے۔ کٹھ پتلی ادارے کے ضلعی سربراہان نے بھی اقرار کیا ہے کہ شہید اور زخمی ہونے والے تمام افراد عام شہری تھے اور یہ کہ ان کی اکثریت بچوں اور خواتین پر مشتمل تھی۔

اسی ماہ دسمبر کی 9 تاریخ کو امریکی وحشی فوج نے صوبہ پروان ضلع سیاہ گرد کے ضلع سید انو کے گاوں جمبت خیل میں وحشت اور سربریت سے بھرپور ڈرون حملہ کیا جس میں والی بال کھیلتے ہوئے سکول کے 5 بچے شہید ہو گئے۔ یہ وہی غمزدہ گاوں ہے جس پر گزشتہ برس بھی امریکی فوج نے بے دریغ بمباری کی تھی جس میں 13، عام شہری بچے اور خواتین شہید ہو گئے تھے۔ اگرچہ اس سانحے پر کٹھ پتلی ادارے اور پارلیمنٹ نے عوام کے ساتھ اظہار ہمدردی و غمخواری کرتے ہوئے ریاکاری کے دو بول بھی منہ سے نکالے لیکن اخلاص سے خالی اور آقا کے مقابل میں منہ سے نکالے گئے چند لفظوں میں کیا اثر ہو گا۔ عجیب بات یہ ہے کہ سیاہ گرد میں 5 طالب علموں کی شہادت سے صرف ایک دن قبل افغانستان میں نیٹو کے عمومی سربراہ امریکی جنرل جان کیمبل نے افغانستان میں لڑائی ختم کرنے کا اعلان کیا تھا۔

ہمیں دشمن کے ساتھ میدان جنگ میں 13 برس ہو گئے، ان تیرہ برسوں میں ہم نے تمام مغربی دشمنوں کو عموماً اور امریکیوں کو خصوصاً اچھی طرح پہچان لیا ہے کہ یہ ایک دھوکہ باز، فریبی، وعدہ خلاف، مکار اور بزدل لوگ ہیں اس لئے ہم ان کے وعدوں اور معاہدوں پر یقین رکھتے ہیں، نہ ان سے وعدوں کو عملی جامہ پہنانے کی توقع رکھتے ہیں اور نہ ہی ان کے وعدوں اور معاہدوں کو خاطر میں لاتے ہیں۔

گزشتہ پورا سال عالمی میڈیا اس بات کو بار بار نشر کرتا رہا ہے کہ 2014 افغانستان میں امریکی فوجیوں کا آخری سال ہو گا، اس لئے کہ امریکہ مزید یہاں اپنے مال و جان کو ضائع کرنا نہیں چاہتا البتہ اگر افغانستان کے ساتھ سٹریٹجک معاہدہ پر دستخط ہو جاتے ہیں تو امریکی فوجیوں کی

ایک مخصوص تعداد افغانستان میں مقیم رہے گی جو کسی بھی قسم کی فوجی کارروائیوں میں حصہ نہیں لے گی ان کی ذمہ داری صرف افغان فورسز کو تربیت دینا ہوگی۔ پھر دنیا نے دیکھا کہ وہ معاہدہ ہو بھی گیا، نئے کٹھ پتلی ادارے کے سربراہان نے حلف برداری کے دوسرے دن انتہائی عجلت میں امریکہ کے ساتھ سٹریٹجک معاہدہ پر دستخط کر کے قوم وملت فروشی کی تاریخ رقم کردی۔ اس معاہدہ میں درج تھا کہ افغانستان میں باقی رہ جانے والے فوجیوں کی تعداد صرف 9800 ہوگی۔ قوم کو بہلانے اور دھوکہ میں رکھنے کے لئے یہ بات بڑے شدومد کے ساتھ کی جارہی تھی کہ فوجیوں کی یہ تعداد کسی بھی قسم کی جارحانہ کارروائی نہیں کرے گی لیکن امریکہ کی منافقت ملاحظہ فرمالیں کہ امریکی وزیر دفاع چیک ہیگل نے جو ایک اچانک اور غیر علانیہ دورے پر کابل آئے ہوئے تھے 7 دسمبر کو ایک پریس کانفرنس میں کہا کہ امریکہ نے اپنا پلان تبدیل کیا ہے اب ہمارے فوجی 2015 میں بھی افغانستان میں رہیں گے اور یہ کہ ان کی تعداد 9800 نہیں بلکہ 10800 ہوگی۔

اب کون ہے جو امریکہ سے اتنے بڑے اور عالمی سطح پر ہونے والے معاہدے سے پیچھے ہٹ جانے کا سبب پوچھ سکے؟ اور کیا اب یہ لوگ اس قابل ہیں کہ ان کے وعدوں اور معاہدوں پر یقین کیا جائے؟ نہیں ہرگز نہیں!

یہی وجہ ہے کہ ہم ان بیرونی غاصبوں کے وعدوں، معاہدوں اور یقین دہانیوں پر بہلنے والے نہیں، ہمارے نزدیک یہ ساری جدوجہد، وعدے معاہدے لوگوں کو بہلانے پھسلانے کے لئے ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ ہم امریکیوں کو معاہدہ سے پہلے ایک اور معاہدے کے بعد دوسری نظر سے دیکھتے ہیں اور نہ ہی ہم اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ بس ہمارا دشمن جانے ہی والا ہے۔ نہیں بلکہ ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارا دشمن جو مذموم مقاصد واہداف لے کر افغانستان آیا تھا اور یہاں اربوں ڈالرز اور ہزاروں جانیں گنوائیں، ابھی تک انتہائی مکاری اور عیاری کے ساتھ اپنے مقاصد کے حصول کے لئے ہاتھ پیر مار رہا ہے۔ باوجود اس کے کہ ہمیں یقین ہے کہ دشمن حوصلہ ہار چکا ہے اور دشمن کی فوج کلی طور پر میدان جنگ میں لڑنے سے قاصر ہے پھر بھی ہم دشمن کے ساتھ طویل جنگ کے لئے ذہناً تیار ہیں اور یہ کہ ہماری یہ جنگ ایک مقدس جنگ ہے جو کسی بھی مادی فوائد کے لئے نہیں اس لئے ہم نہ اس سے تھکنے والے ہیں اور نہ دشمن کے مقابلے میں حوصلہ ہارنے والے۔

ہم خطے کے دیگر ممالک سے بھی یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ پورے خطے کے لئے اس خطرناک دشمن کے پرفریب وعدوں سے دھوکہ نہ کھائیں اوران کے مکروفریب اور سازشوں کی جانب متوجہ ہوں گے، اپنے تمام تر چھوٹے موٹے اختلاف کو بھلا کر خطے کے لئے انتہائی خطرناک اس دشمن کے مقابلے میں ایک ہوجائیں۔

جارحیت پسندوں کی پسپائی کے آخری لمحات کی مناسبت سے

امارت اسلامیہ کا اعلامیہ

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ * الحج ۳۹

افغانستان کے مومن اور مجاہد عوام! حمد و ثنا صرف خدا کی مددگار و برتر ذات کے لیے ہے۔ جس نے راہِ جہاد کے نتیجے راہروؤں کو مغرور باطل قوت پر فتح عطا فرمائی ہے۔ جارحیت کے شکار افغانستان کو کفریہ تسلط سے آزادی دلائی اور یہاں آئی ہوئی جابر قوتوں کو ناکامی سے دوچار کیا۔ بیرونی جارحیت پسندوں کے خلاف افغان عوام کی جہادی کامیابی اکیسویں صدی کا وہ عظیم الشان کارنامہ ہے، جو محض اللہ تعالی کی نصرت، بے انتہا قربانیوں اور بہادری کی بدولت نصیب انجام پذیر ہوا ہے۔ یقیناً امتِ مسلمہ اس کی عظمت اور اہمیت پر بجا طور فخر کرتی ہے۔ امارت اسلامیہ اپنی اس بڑی کامیابی کی مناسبت اور ملک کے دیگر اہم مسائل کے حوالے سے اپنی پالیسی ان الفاظ میں واضح کرتی ہے:

بیرونی جارحیت کے حوالے سے:

یاد رکھا جائے کہ افغانستان افغان باشندوں کا ملک ہے۔ اس سے متعلق تمام فیصلوں کا اختیار بھی انہیں کو حاصل ہے۔ افغان کسی غیر کو اپنے ملک میں مداخلت کی اجازت دیتے ہیں اور نہ کسی کو یہ حق حاصل ہے کہ بے سروپا بہانوں کی بنیاد پر ہماری سرزمین پر ناجائز جارحیت کا الاؤ دہکائے۔ اسے نہ ہی کٹھ پتلیوں کو استعمال کرتے ہوئے حالات کو اپنے لیے سازگار کرنے کی جرأت ہونی چاہیے۔ امریکا نے 2001 میں اس حقیقت کو فراموش کر دیا تھا اور گیارہ ستمبر کے واقعے کو بہانہ بنا کر افغانستان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے ہیں۔ 13 سالوں تک اس سراسر ناجائز مداخلت اور بے انتہا ظالمانہ جارحیت کے دوران افغانوں کے دینی تصوارات اور ثقافت کو پامال کیے رکھا ہے۔ یہاں ترقی، خوش حالی اور آزادی کے عنوان سے مظلوم افغانوں کا خون بہایا ہے۔ لیکن آج ظلم کا راج ختم ہونے پر اس حال میں افغانستان سے اپنی فوج نکال رہے ہیں کہ وہ افغانوں کی مزاحمت کے مقابلے میں مکمل شکست کھا چکے ہیں۔ جارحیت کے لیے تراشے گئے تمام بہانے اب ذہن کی اسکرین سے ڈھلنے لگے ہیں۔

امارت اسلامیہ اب بھی اُن کے اس انخلا کو افغانستان، خطے اور خود امریکا کے مفاد میں بہتر سمجھتی ہے۔ وہ وہائٹ ہاؤس کے حکام سے کہتی ہے کہ افغان مسئلے کا حل صرف اور صرف آپ کے مکمل انخلا میں مضمر ہے۔ یہ پسپائی مکمل اور ہمہ پہلو ہونی چاہیے۔ سکیورٹی معاہدہ یا لانگ ٹرم پالیسی کے پس منظر میں اڈوں کے نام پر آپ کی موجودگی افغانوں کے لیے قابل تسلیم ہے اور نہ ہی افغانستان اور خطے کے مفاد میں ہے۔ آپ گذشتہ تیرہ سالوں میں 1 لاکھ 50 ہزار فوج اور وسیع بین الاقوامی حمایت کے باوجود کچھ حاصل نہیں کر سکے ہیں، تو یقیناً اپنی محدود فوج اور اڈوں کی موجودگی کے باوصف بھی کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ افغانستان نے اپنی روایت کے مطابق آپ کی جارحیت کو تسلیم نہیں کیا ہے اور وہ اب بھی اسی عزم پر قائم ہیں۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ اولاً اپنی بھلائی اور ثانیاً افغان ارادوں اور خواہشات کی قدر کرتے ہوئے اس سرزمین سے مکمل طور پر پسپا ہو جائیں۔

افغانستان میں بیرونی قوتوں کی کامیابیاں اور ان کی شکست کے حوالے سے:

امارت اسلامیہ امریکا اور اس کے اتحادیوں کو آئندہ کسی ایسے ایڈونچر سے باز رکھنے کے لیے کچھ حقائق کا تذکرہ مناسب سمجھتی ہے۔ آپ کے اپنے اعتراف کے مطابق گذشتہ 13 سالوں میں آپ کے 4 ہزار فوجی ہلاک ہو گئے ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں زخمی اور اعصابی و دماغی امراض میں مبتلا ہوئے ہیں۔ کروڑوں ڈالر کی مالیت کے جدید فوجی وسائل تباہ ہو کر رہ گئے ہیں۔ تمام عسکری و اسٹریٹجک پالیسیاں، بڑے جنرلز اور کمانڈر افغان غازیوں کے حملوں میں ہلاک و برباد ہوئے ہیں۔ کئی ٹریلین ڈالر کا خسارہ بلا وجہ برداشت کرنا پڑا ہے۔ اپنی جارحیت کو کامیاب بنانے اور افغان جہادی مزاحمت ختم کرنے کے لیے ہر طرح کے ممکنہ ذرائع کا استعمال کیا گیا ہے۔ مگر ان سب کا نتیجہ صفر نکلا ہے۔ کیوں کہ آپ کے تیرہ سالہ انسانی اور مالی نقصانات کا حاصل وصول بس اتنا ہی ہے کہ یہاں ایسی اعصابی شکست خوردہ انتظامیہ وجود میں آگئی ہے، جس کے درمیان ہم آہنگی اور ربط پیدا کرنا آپ کے بس سے باہر

ہے۔ جب کہ یہ انتظامیہ کرپشن، منشیات کے اضافے اور انسانی حقوق کی پامالی کے عالمی ریکارڈ قائم کرچکی ہے۔ سیکورٹی کے حوالے سے آپ کے زیرِ سایہ بنایا گیا نظام دنیا بھر میں بدنظمی کا اہم باعث قرار دیا جاچکا ہے۔ جہاں خواتین کی بے حرمتی، ایڈز کا پھیلاؤ، مسلح ڈاکے، اغوا برائے تاوان اور ہر طرح کی بدمعاشیوں کے واقعات آپ کی ناک کے عین نیچے واقع ہوتے رہے ہیں۔ یہ محض پروپیگنڈا نہیں ہے، بلکہ سب وہ معروضی حقائق ہیں، جس کا دوسروں سے پہلے آپ خود اعتراف کرتے ہیں۔

اب آپ سے یہ سوال ہے: کیا آپ کے یہ سارے جانی ومالی نقصانات ناقص حکومت قائم کرنے کے لیے تھے؟ کیا آپ کی نظر میں ترقی، آزادی اور خوش حالی کا مفہوم اشرف غنی کا وہ رُوپ ہے، جو افغان روایات سے یکسر نا آشنا ہے؟ آپ کے خیال میں اس طرح کی حکومت واقعۃً افغان عوام کی قومی وحدت کے لیے نمونہ قرار پاسکتی ہے؟ ہم ان سوالوں کے منطقی جواب آپ کے ضمیر پر چھوڑتے ہیں۔ لیکن فقط اتنا پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا اس طرح کی کرپٹ، ناکام، غیر منظم اور عوامی نفرت کی شکار حکومت اپنے ملک کے عوام کے لیے ایک دن بھی برداشت کریں گے؟

خارجی قوتوں کے انخلا کے بعد ان کی امداد:

آج افغان عوام کے تیرہ سالہ فرض جہاد کے نتیجے میں امریکا سمیت تمام بیرونی قوتیں سر جھکائے افغانستان سے پسپا ہونے پر مجبور ہیں۔ دوسری جانب اپنی ظلم کو جواز بخشنے کے لیے یہ پروپیگنڈا کیا جارہا ہے کہ "اگر بیرونی فوج مکمل طور پر چلی جائے تو افغانستان ایک بار پھر خانہ جنگی کا مرکز بن جائے گا۔" امارت اسلامیہ اس حوالے پوری ذمہ داری کے ساتھ کہتی ہے کہ اگر افغانستان امریکی جارحیت اور سربریت سے آزاد ہوجائے تو یہاں خانہ جنگی یا غیر یقینی صورت حال ہرگز پیدا نہیں ہوگی۔ یہاں بیرونی قوتوں کی موجودگی ہر فساد اور خانہ جنگی کی بنیاد ہے۔ آپ نے یہاں دہشت گردی کے خاتمے کے لیے جنگ شروع کی، مگر دہشت گردانہ کارروائیاں آپ کے اعلی حکام کی نگرانی میں بگرام اور ملک کی دیگر جیلوں میں ہوتی رہی ہیں۔ امن فوج کی جانب سے امن ہی کے نام پر قندہار، ژنگادات، کنڑ، قندوز، فراہ، بالابلوک، عزیز آباد، خوست، لوگر، میدان شہر اور ننگرہار میں معصوم بچوں کو خون میں نہلایا گیا۔ یہ سب کچھ آپ کی ان رپورٹوں میں افشا ہوا ہے، جو عالمی میڈیا نے حال ہی میں نشر کی ہیں۔ امارت اسلامیہ امریکا سمیت پوری دنیا سے کہتی ہے کہ بیرونی افواج کے انخلا کے بعد افغانستان امن کا مرکز اور گہوارہ بن جائے گا۔ کسی کو بھی اس بات کی اجازت نہیں دی جائے گی کہ ہماری سرزمین استعمال کرتے ہوئے کسی دوسرے ملک کو نقصان پہنچانے کی مذموم کوشش کی جائے۔

امارت اسلامیہ سنجیدہ اقدامات اور معقول کوششوں پر یقین رکھتی ہے۔ جس کی بہترین مثال امارت اسلامیہ کی جانب سے گرفتار کیے جانے والے امریکی جنگی قیدی بوبرگڈال کا تبادلہ تھا۔ امریکا نے اس کی رہائی کے لیے پانچ سال تک اپنی ساری فوجی قوت کا استعمال کیا، مگر کچھ بھی ہاتھ نہیں آیا۔ جب امریکا کو یہ سمجھ آگیا کہ یہ معاملہ طاقت کے ذریعے حل نہیں ہوگا، تب ہی کچھ فریقین کے حق میں بہت آسانی اور مفید طرزِ عمل سے انجام پا گیا تھا۔ اگر امریکا یا دیگر خارجی قوتیں اب بھی یہ چاہتی ہیں کہ امارت اسلامیہ سے اپنے مطالبات صحیح، معقول اور اصولی طریقے سے حل کروائیں تو یہ کام مثبت اور آسان طریقے سے ہی ہوسکتا ہے۔ مگر یہ سب کچھ اس وقت ممکن ہے، جب آپ جارحیت ختم کردیں۔ طاقت، دھونس اور دھمکی کی زبان کے استعمال سے گریز کیا جائے۔ حقائق کو تسلیم کرتے ہوئے انہی کی روشنی میں نئی پالیسیاں ترتیب دی جائیں۔

اپنے غیور عوام کے نام!

افغانستان کے مجاہد عوام! آج جب عالمی استعمار اپنی تمام تر فوجی، اقتصادی اور ٹیکنیکی قوت کے باوجود آپ کی غیور سرزمین سے جھکی گردنوں کے ساتھ فرار ہونے کو ہے تو یہ سب اللہ تعالی کی نصرت اور آپ کے مقدس جہاد، قربانیوں اور سرفروشیوں کی برکت ہے۔ بے شک آپ ہی دنیا کی سب سے بہادر قوم ہو۔ آپ ہی وہ قوم ہو، جس کا عزم فولاد سے بھی زیادہ مضبوط ہے۔ آپ کے اس مستحکم عزم اور ارادے کے مقابلے میں جارحیت پسندوں کے تمام وسائل ٹکڑے ٹکڑے ہوکر تباہ ہوگئے ہیں۔ آپ اپنے دین ووطن کی سرحدوں کے دفاع کے لیے ثابت قدمی سے کھڑے رہے۔ آپ پر آفرین اور تحسین ہو۔ ہم دشمن کے مقابلے میں آپ کو اور بھی مضبوط دیکھنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالی آپ کی شجاعت اور غیرت کی برکت سے اس ملک کو امن اور خوش حالی کا مرکز بنادے۔ ہمیں اس بات پر افسوس ہے کہ افغانستان کا ایک ناسمجھ طبقہ آپ کی بہادری اور سرمایۂ فخر بننے کے لائق جہادی کارناموں کو مختلف عنوان دے کر انہیں غیروں کی جھولی میں ڈال رہا ہے۔ یہ دشمنوں کی چالیں ہیں، جن میں وہ کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا۔

امارت اسلامیہ کی قیادت آپ کی قربانیوں پر فخر کرتی ہے۔ دشمن کی اس تاریخی شکست کو آپ کی قربانیوں کا حاصل سمجھتی ہے۔ اللہ کرے آپ کے تیرہ سالہ جہاد کی برکت سے ہمارا ملک آزادی، سکون اور امن کا گہوارہ بن جائے۔

امارت اسلامیہ افغانستان

شہریوں کے تحفظ کے متعلق

امارت اسلامیہ کا اعلامیہ

امارت اسلامیہ افغانستان کی قیادت نے تمام مجاہدین کو ہدایت کی ہے کہ

قال اللہ تعالی مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا الی اخرہ. المائدة

اللہ تعالی کا فرمان ہے کہ :جو شخص کسی کو بغیر اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین میں فساد مچانے والا ہو، قتل کرڈالے تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جو شخص کسی ایک کی جان بچائے اس نے گویا تمام لوگوں کو زندہ کر دیا۔

جہاد ایک اسلامی فریضہ ہے، اسی طرح اللہ تعالی کی ہدایات، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور شریعت کے احکام کے مطابق جہاد کرنا بھی لازمی اور ضروری ہے۔

عالیقدر امیر المومنین کی جانب سے مجاہدین کو کئی بار یہ ہدایات دی گئی ہیں کہ جہادی کارروائیوں کے دوران شریعت کے احکام پر عمل درآمد کرنا ضروری ہے اور شہریوں کی حفاظت کے لئے تمام ضروری اقدامات بجالانا لازمی امر ہے تاکہ کسی شخص کو بھی نقصان نہ پہنچے۔

انسان کی زندگی بہت قیمتی ہے اور یہ اللہ تعالی کی نعمت ہے، تمام مجاہدین کو ہدایت دی گئی ہے کہ وہ ہر ممکن کوشش کریں کہ ناحق کسی انسان کو حتی حیوان کو بھی نقصان نہ پہنچے اور کوئی مجاہد اللہ تعالی کی نعمت کے زوال کا سبب نہ بنے۔

عمومی طور پر انسانوں کو[ابنیۃ اللہ، اللہ تعالی کی عمارت] قرار دیا گیا ہے، کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اللہ تعالی کی یہ عمارت منہدم کرے مگر اللہ تعالی کی ہدایت اور اس کے احکام کے مطابق۔

اللہ تعالی کے حکم سے دین اسلام کے دفاع کی خاطر جہاد کے ذریعے اسلام کے دشمنان کو[کفار اور منافقین] ختم کرنا جائز ہے اور اس جہاد پر اللہ تعالی مجاہد کو اجر عظیم دیتا ہے لیکن جہاد کے دوران کفار اور منافقین سے مقابلے کے وقت بھی بے گناہ انسانوں کے تحفظ کا خیال رکھنا اہم ذمہ داریوں میں سے ہے۔

بے گناہ انسان کی جان لینے کے بعد پوری دنیا کوشش کرے تب بھی وہ واپس زندہ نہیں ہو سکتا، اس کے قتل سے اہلخانہ، لواحقین، رشتہ دار اور دوست سب صدمے سے دوچار ہوتے ہیں جو کہ ظلم ہے اور اللہ تعالی کے قہر و غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ يقول الرسول صلى الله عليه وسلم: والذي نفسي بيده لقتل مؤمن أعظم عند الله من زوال الدنيا، ترجمہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ ایک مومن کا قتل اللہ کے نزدیک ساری دنیا کی تباہی وزوال سے بڑھ کر ہے۔

مجاہدین کے لئے ضروری ہے کہ وہ شہری ہلاکتوں سے بچنے کے لئے مزید اقدامات اٹھاکر ہر ممکن کوشش کریں تاکہ اللہ تعالی کی پکڑ سے محفوظ رہیں اور دنیا میں بھی مجاہدین کی بدنامی، دشمن کو پروپیگنڈے کا موقع دینے اور عوام کی دل آزاری وبدظنی کا باعث نہ بنیں، مجاہدین کو ایک بار پھر تاکید کی جاتی ہے کہ جہادی کارروائیوں کے دوران شہریوں کے تحفظ کا خاص خیال رکھا جائے، ایسا مقامات پر آپریشن اور حملوں سے گریز کیا جائے جہاں پر شہریوں کو کسی قسم کا جانی نقصان پہنچنے کا امکان ہو۔

اگر صرف شہری ہلاکتوں سے بچنے کے لئے دشمن پر حملہ کرنے کے وقت حملہ نہ کریں تو اللہ تعالی سے امید ہے کہ وہ اسی دشمن پر تمہیں ایک ایسا موقع فراہم کرے گا جہاں دشمن پر حملہ کرنا بھی آسان ہو اور شہری ہلاکتوں کا خطرہ بھی نہ ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں واضح ہیں کہ جہاد کے دوران نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجاہدین کو جمع کرکے ان کو نصیحت کرتے تھے کہ کفار کے بچوں، خواتین اور بوڑھوں کو قتل نہ کیا جائے اور نہ ہی ان کے فصلات وباغات کو آگ لگایا جائے۔

ہم بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ تمام مجاہدین کمانڈر آپریشن سے قبل اپنے ساتھیوں کو ایسی ہدایات دیں کہ حملے کے دوران بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کی حفاظت کے لئے خصوصی تدابیر کی جائیں، جو لوگ قابض کفری قوتوں کی صف میں کھڑے نہیں ہیں اور نہ ہی کسی جہاد مخالف سرگرمیوں میں حصہ دار ہیں تو وہ لوگ ملکی شہری ہیں انہیں نقصان پہنچانا جائز نہیں ہے۔

اگر کسی نے احتیاط نہیں کیا، بے احتیاطی سے آپریشن کی منصوبہ بندی کی اور ملکی شہریوں اور ان کے املاک کو نقصان پہنچایا تو وہ اللہ تعالی کو بھی جوابدہ ہوگا، روز محشر اس سے پوچھا جائے گا اور دنیا میں بھی امارت اسلامیہ اس کو شریعت کے مقدس احکامات کے مطابق سزا دے گی۔ والسلام

امارت اسلامیہ افغانستان کی قیادت کا اعلامیہ

ایڈز: امریکی جارحیت کا تحفہ

حبیب مجاہد

2000ء کا آخری مہینہ تھا، جب ملک کی پاک فضا میں بیرونی جارحیت پسندی اور جمہوریت کے سیاہ بادل نہیں چھائے تھے۔ اس وقت دنیا بھر خصوصاً مغرب میں HIV یا ایڈز کی خبریں بہت گرم تھیں۔ عالمی ادارۂ صحت نے اپنی رپورٹ میں کہا تھا کہ ایڈز نے اب تک چالیس ملین افراد کی جانیں لی ہیں۔ اب بھی اوسطاً دنیا کے کونے کونے میں سالانہ دو ملین افراد زندگی سے محروم ہورہے ہیں۔ عالمی ادارۂ صحت نے اپنے سروے میں پہلے بھی یہ بتایا تھا کہ پوری دنیا کی سطح پر افغانستان ایسا واحد ملک ہے، جہاں اس وائرس کا کوئی واقعہ دیکھنے میں نہیں آیا۔

یہ افغانستان کے لیے ایک بڑے فخر کی بات تھی کہ یہ اس طرح کی بدنام بیماری سے پاک تھا۔ اس دور کے روزنامہ "ہیواد" کی یہ سرخی اب بھی مجھے یاد ہے، جس میں لکھا تھا: "ایڈز سے پاک افغانستان: اسلام کے اخلاقی فضائل، صحت کی بڑی حکمت"

مگر اس وقت سے اب تک چودہ سال گزر چکے ہیں۔ اس عرصے میں ملک غیرملکی جارحیت کے زیرِ سایہ آگیا۔ ملک میں جارحیت اور جمہوریت کے سائے تلے فحاشی اور عریانی کا آغاز ہوا۔ اسی عریاں کلچر کا نتیجہ ہے کہ اس سال یکم دسمبر کو ایڈز کے عالمی دن کے موقع پر ایک خبر ایجنسی "پژواک" کی ایک خبر کا عنوان یہ ہے: "ننگرہار میں ایڈز کے 74 واقعات درج کیے گئے ہیں۔"

آپ موازنہ کریں، امارت اسلامیہ کے دور میں افغانستان میں ایڈز کا کوئی بھی واقعہ رونما نہیں ہوا تھا، مگر اب صرف ایک چھوٹے سے صوبے ننگرہار میں ایڈز متاثرین کی تعداد 74 تک پہنچ گئی ہے۔ یکم دسمبر کا دن "ایڈز دہشت گردی کے خلاف جنگ" کے لیے خاص کیا گیا ہے۔ رواں سال اسی روز نئی انتظامیہ کی وزارت صحت نے جو رپورٹ نشر کی، وہ انتہائی شرم ناک ہے۔ وزارت صحت کا کہنا ہے کہ گذشتہ سال افغانستان میں ایڈز کے پھیلاؤ میں 10 فیصد تیزی آئی ہے۔ وزارت صحت کے اعداد و شمار کے مطابق 13 سال قبل طالبان حکومت کے دور میں ایڈز کا کوئی واقعہ نہیں ہوا تھا۔ بیرونی افواج اور مغرب زدہ لوگوں کے آنے سے افغانستان میں ایڈز آیا اور اس کے اثرات پھیلنے لگے۔ 2009 تک پورے افغانستان میں 300 افراد اس وائرس کا شکار ہوگئے ہیں۔ مگر اس کے بعد ایڈز کے اثرات کی سطح اور بھی بڑھ گئی ہے۔ یہاں تک کہ رواں سال میں کی گئی گنتی کے مطابق 1 ہزار چھ سو 94 افراد اس ناپاک وائرس میں مبتلا اور اپنی زندگی کے بقیہ دن گن رہے ہیں۔

وزارت صحت کے مطابق یہ صرف وہ لوگ ہیں، جنہیں باقاعدہ طور پر ایڈز میں مبتلا مریضوں کی حیثیت سے پہچان لیا گیا ہے اور وزارت صحت کے پاس درج ہیں۔ چوں کہ یہاں ایڈز کو ایک شرم ناک بیماری کی نظر سے دیکھا جاتا ہے، لہٰذا خیال کیا جاتا ہے کہ اصل تعداد سے کئی گنا زیادہ مریض ایسے ہوں گے، جنہوں نے اپنی ایڈز بیماری کو چھپایا ہوگا۔ شرم کے باعث وزارت صحت سے امداد نہیں طلب کررہے۔ اسی بنیاد پر وزارت صحت کا خیال ہے کہ شاید ملک میں ایڈز کے مریضوں کی تعداد ساڑھے چار ہزار سے زیادہ ہوگی!

افغانستان، جہاں صحت کے حوالے سے سہولیات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ حفظ صحت کے وسائل اور اقدامات انتہائی ابتدائی ہیں۔ یہاں ایک ملین سے زیادہ افراد منشیات کے عادی ہیں، جن میں سے بیس فیصد ایسے ہیں، جو انجکشن کے ذریعے منشیات کا استعمال کرتے ہیں۔ اسی طرح جب درجنوں افراد اپنا خون ایک دوسرے سے تبادلہ کرتے ہیں، تاکہ منشیات سے آلودہ خون دوسرے آدمی کو منتقل ہوجائے، ایسے ماحول میں ایڈز کے پھیلاؤ کے امکانات بہت زیادہ ہیں۔ آئندہ نسلوں کے لیے یہ انتہائی تشویش ناک خبر ہوگی۔ لیکن دوسری جانب تحقیقات کے بعد یہ بات بھی ثابت ہوگئی ہے کہ ایڈز ایبولا کی طرح ایک "استعماری بیماری" ہے۔ جو استعمار قصداً کچھ ممالک میں پھیلا رہا ہے۔ افغانستان میں بھی یہ بیماری جارحیت پسندوں اور مغرب زدہ لوگوں کے ذریعے آئی ہے، جس کے نقصانات اور بے حیائی کا سارا بوجھ بھی اُنہیں کے سر ہوگا۔

اب جب کہ ملک میں غیرملکیوں کی جانب سے فحاشی اور بے راہ روی کے پھیلاؤ کی کوششیں کی جارہی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ایڈز کے پھیلاؤ کی سطح قابل تشویش حد تک بڑھ رہی ہے تو ایسا لگتا ہے کہ استعماری قوتیں اپنی اس بیماری کے ذریعے افغانوں کو سزا دینا چاہتی ہیں۔ اب چوں کہ ایڈز کے پھیلاؤ کے واقعات صفر سے ہزاروں تک پہنچ رہے ہیں تو اسے صحت کے حوالے سے خطرے کی گھنٹی سمجھنا چاہیے۔ جارحیت پسندوں اور ان کی حیاباختہ حرکتوں کی موجودگی میں ایڈز کے اثرات پھیل رہے ہیں۔ ہوسکتا ہے آئندہ برسوں میں یہ بیماری ایک ہلاکت خیز وبا بن جائے، جسے کنٹرول کرنا ناممکن ہوگا۔ ہماری عوام اپنی پسماندگی اور عدم وسائل کی وجہ سے صحت یا واقعات کی سطح پر ایڈز کی روک تھام کریں۔ عوام اور اس ملک سے ایڈز کا خاتمہ کرنے کا واحد راستہ یہ ہوسکتا ہے کہ اس بیماری کی جڑ کاٹی جائے۔ ایڈز کی جڑ بے دین غیرملکی اور ان کے زناکار کٹھ پتلی ہیں۔ یہ بیماری ان کے ساتھ آئی ہے۔ اگر انہیں باہر نکال دیں تو بیماری بھی ان کے ساتھ ہی چلی جائے گی۔ خارجی جارحیت پسند اگر یہاں رہے تو شعوری یا غیرشعوری طور پر ایڈز پھیلاتا رہے گا۔ آخر میں یہ بیماری افریقی ممالک کی طرح وبا میں بدل جائے گی۔ اس صورت میں پھر یہ بات مان لینی چاہیے کہ ہماری آئندہ نسلیں ایڈز کی وجہ سے موت کے منہ میں چلی جائیں گی۔

مجاہدین کی عسکری تربیت کے ساتھ علمی وفکری تربیت بھی کی جاتی ہے

امارت اسلامیہ کے جہادی تربیتی مرکز کے ذمہ دار جناب عبدالواجد جوہر کی گفتگو

انٹرویو: ابو عابد

جہادی تحریک میں ٹریننگ ایک بنیادی شرط ہے۔ امارت اسلامیہ کی جانب سے دیگر جہادی پروگرامز کے ساتھ جہادی تربیت کے حوالے سے مؤثر اقدامات کیے ہیں۔ جہاں عام مجاہدین خصوصا فدائی مجاہدین کو کارروائی کے لیے مخصوص عسکری تربیت فراہم کی جاتی ہے۔ تربیت کیا ہے اور اس کی کتنی ضرورت ہے؟ اس حوالے سے معسکر کے ذمہ دار اور فدائی مجاہدین کے رہنماء جناب عبدالواجد جوہر سے کی گئی گفتگو نذر قارئین کی جاتی ہے۔

سوال: ہم آپ کو شریعت فورم میں خوش آمدید کہتے ہیں، قارئین شریعت سے اپنا تعارف کروائیں تو کرم نوازی ہو گی۔

جواب: الحمدلله الذی هدانا سبیل ارهاب اعداه الطغات والصلوة والسلام علی نبی الملاحم الذی ربی فوارس واباة وبواسل وکماة وعلی آله واصحابه الذین اعدوا العدة وقارعوا اعداء الأمة وعلی من حذا بحذوهم فی الاستقامة والثبات۔

وبعد: قال الله تعالی ''واعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخیل ترهبون به عدو الله وعدوکم واخرین من دونهم لاتعلمونهم الله یعلمهم'' وعن عمر بن الخطاب رضی الله عنه قال: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم وهو علی المنبر یقول: الا ان القوة الرمی الا ان القوة الرمی الا ان القوة الرمی۔

میں سب سے پہلے مجلے کی انتظامیہ، مدیر، کارکنوں اور دیگر محبت کرنے والوں کو دل کی گہرائیوں سے سلام کرتا ہوں۔ پھر مجلہ کے ذمہ داران کا شکریہ ادا کرتا ہوں، جنہوں نے مسلمانوں کے ایک اہم فریضے کے حوالے سے گفتگو کرنے کا موقع فراہم کیا۔ اللہ تعالی سے دعا ہے، مجھے ٹھیک طریقے سے آپ کے سوالات کے جوابات دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ میرا نام "عبدالواجد جوہر" ہے۔ میرا کام کابل میں فدائی حملوں کا انتظام ہے۔ اسی سلسلے میں مجھے "الحمزہ معسکر" کا ذمہ دار بنایا گیا ہے۔

سوال: آپ مجاہدین کی تربیت کے حوالے سے خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ہم جاننا چاہتے ہیں کہ جہادی تربیتی پروگراموں کے حوالے سے کیا مراحل ہیں اور فکری اور علمی تیاری کے حوالے سے کیا نصاب ہے؟

جواب: عام طور پر ہمارے معسکر میں مجاہدین کو تین سیٹ اپز میں تیاری کروائی جاتی ہے۔ ان کے نام "دورۂ تاسیسیہ، دورۂ متوسطہ اور دورۂ خاصہ" ہیں۔ ان تمام دوروں میں شرعی حوالے سے لازمی اسباق پڑھائے جاتے ہیں، جن میں مختصر ضروری عقائد، ضروری اسلامی احکام... خصوصا جہاد کے احکام، آداب و فضائل، اسلامی تاریخ، سیرت نبوی، قرآن کریم، ترجمہ و تفسیر اور حدیث کا درس شامل ہے۔ عسکری شعبے میں عمومی تیکنیک، جسمانی ورزش، ہر طرح کے ہلکے و بھاری اسلحے اور دھماکہ خیز مواد کی تیکنیک اور اس کا استعمال سکھایا جاتا ہے۔ سیکورٹی اور انٹیلی جنس کے حوالے سے تھیوری کے ساتھ پریکٹیکل کا بھی انتظام ہے۔ یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ ہم "امارت اسلامیہ کے مجاہدین" کو فقط امریکا اور جارحیت پسندوں کے انخلا کے لیے ہی نہیں تیار کر رہے، بلکہ ایک مکمل فوج کا ڈھانچہ مقصود ہے، جو اپنے ملک کی حفاظت میں ماہر اور جب بھی دشمن سے جنگ کا موقع آئے تو اپنی پیشہ ورانہ ذمہ داری ادا کر سکے۔ اس کے علاوہ سیاسی اور فکری تعلیم کے حوالے سے بھی اہم معلومات دی جاتی ہیں۔ کارروائیوں کی عکس بندی کے لیے کیمرے، دیگر تیکنیکی وسائل اور وائرلیس کا استعمال بھی سکھایا جاتا ہے۔

سوال: آپ کے خیال میں جہادی تربیت کی اہم بنیادیں کیا ہیں۔ یعنی جو مجاہد کفر کے خلاف لڑتا ہے یا جنگ کے دیگر شعبوں میں خدمت انجام دیتا ہے، اسے کہاں تک اور کتنا تیار ہونا چاہیے؟

جواب: فکری اور سیاسی تربیت، انتظامی اور اقتصادی تربیت، عسکری سیکورٹی اور انٹیلی جنس تربیت اور علمی و ثقافتی تربیت۔ یہ جہادی تربیت کی اہم بنیادیں ہیں۔

ایک مجاہد جب محاذ پر جاتا ہے تو اس کی فکری تربیت ہونی چاہیے۔ یعنی اسے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ وہ جہاد کیوں کر رہا ہے؟ کس مقصد کے لیے لڑ رہا ہے؟ اسلام کی رُو سے جہاد میں کیا جائز اور کیا ناجائز ہے؟ اللہ تعالیٰ کی نصرت حاصل کرنے کے لیے خود میں کون سی صفات پیدا کرنا ضروری ہیں۔ شکست کے اسباب سے بچنا ضروری ہے؟ انہیں امارت اسلامیہ کا مرتب کردہ آئین پڑھایا جاتا ہے اور شریعت میں اپنے شرعی امیر کی اطاعت اور مرتبے کا مفہوم سمجھایا جاتا ہے۔ محاذ کی تمام تر تھکاوٹیں اور تکالیف برداشت کرنے کے لیے ذہنی طور پر تیار اور جسمانی اعتبار سے اس کی بھرپور تربیت کر دی جاتی ہے۔ دشمن کی انٹیلی جنس سے بچنے کے لیے لازمی حفاظتی امور سے آگاہی دی جاتی ہے۔ خصوصاً موبائل اور دیگر الیکٹرک آلات کے استعمال کے ممکنہ خطرات سے آگاہ کیا جاتا ہے۔ ہمارے مجاہدین کو اللہ نہ کرے... قید و بند کی صورت میں زبان بندی کی عملی تربیت دی جاتی ہے۔ راستوں میں سفر کے دوران روپوشی اختیار کرنے کے طریقے سکھائے جاتے ہیں۔

اس کے علاوہ ضروری تیکنیکی درس دیے جاتے ہیں۔ یہ سمجھایا جاتا ہے کہ پہرہ اور گشت کیسے کرنا ہے؟ دفاع، مورچہ بندی اور حملے کے وقت مختلف ذمہ داریاں کس طرح نبھانی ہیں؟ زخمی کو ابتدائی طبی امداد کس طرح فراہم کرنی ہے؟ زخمی اور شہید کو کس طریقے سے منتقل کرنا چاہیے؟ اس طرح اور بہت کچھ ہے، جو وقت اور حالات کو دیکھتے ہوئے سکھایا جاتا ہے۔

<u>سوال: جہادی تربیت کے اہم دنیاوی اور اخروی فائدے آپ کی نظر میں کیا کیا ہیں؟</u>

جواب: جہادی تربیت کے اخروی فائدے کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ جہادی تربیت ایک فریضہ ہے، جس کے حوالے سے شریعت کے واضح احکامات وارد ہوئے ہیں۔ تمام مسلمان اس کے مکلف ہیں اور مجاہدین کے لیے اس کا سیکھنا فرض عین ہے۔ اگر کوئی اسے ادا کرے گا تو اُخروی سزا سے محفوظ رہے گا۔ جہادی تربیت کے ذریعے ایک مسلمان خود کو نفاق کی ایک شاخ پر مرنے سے بچا سکتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طاقت ور مؤمن کو ایک کمزور مؤمن پر برتری دی ہے۔ طاقت ور اور تربیت یافتہ مسلمان کفار کے خلاف مسلح جہاد کا ثواب حاصل کر سکتا ہے۔ البتہ ضعیف مسلمان اپنی حفاظت نہیں کر سکتا۔ جس مسلمان نے تربیت لے رکھی ہو، وہ اسلام دشمنوں کو زیادہ نقصان پہنچا سکتا ہے اور شریعت میں دین دشمنوں کی خونریزی کرنا ایک مطلوب عمل ہے۔ اسی طرح ایک تربیت یافتہ مسلمان ہدف کو ٹھیک ٹھیک نشانہ بناتا ہے۔ اس کا نشانہ خطا نہیں جاتا۔ احادیث کی رُو سے خطا نہ جانے والا وار، نشانے پر نہ لگنے والی گولی سے فضیلت رکھتا ہے۔

تربیت یافتہ مجاہد کی وجہ سے دیگر فوائد کے ساتھ یہ فائدہ بھی ہے کہ بڑی حد تک بیت المال کا مال ضایع ہونے سے بچ جاتا ہے۔ جو مسلمان اپنے کمزور بھائیوں کی مدد اور اسلام کی خدمت کرنا چاہتا ہے، کفار سے اپنے مقدس مقامات کی توہین کا بدلہ لینا چاہتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ جہادی تربیت حاصل کرے۔ جہادی تربیت کے دنیوی فوائد بہت زیادہ ہیں۔ امت مسلمہ جہادی تربیت سے دوسرے نقصانات سے خود کو بچا سکتی ہے اور اپنی کھوئی ہوئی عظمت پھر سے حاصل کر سکتی ہے۔ جہادی تربیت سے ہم اپنے عقیدے، جان، مال اور عزت کا دفاع کر سکتے ہیں۔ اس سے ہم میں دفاع کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ ہمیں دنیا میں آزاد زندگی کی نعمت مل جاتی ہے۔ امارت اسلامیہ افغانستان کو جہادی میدان کے علاوہ ہر میدان میں خصوصی توجہ دینی چاہیے۔ سیاسی، عسکری، علمی، اقتصادی اور دیگر میدانوں میں تربیت کی برکت سے گذشتہ تیرہ سالہ فتوحات کی حفاظت اور جارحیت و نفاق کے خلاف مکمل فتح حاصل کی جا سکتی ہے۔ ہم اسلامی انقلاب کا قیام اور اس کی حفاظت اسی وقت کر سکتے ہیں، جب مقابلے کے ہر میدان میں قوت اپنی اور ہم فکر ہو۔ سیاست دان، سفارت کار، جنرل، پائلٹ، ڈاکٹر، انجینئر، وکیل، سائنس دان اور اقتصادی ماہرین...... سب اپنے ہوں۔ اپنے عقیدے کے لوگ ہوں اور اپنے تیار کیے لوگ ہوں۔ امارت اسلامیہ پر صلیبی حملے کے وقت مجھے یاد ہے چہار میلہ کے ماہرین، فضائی میزائل کے دفاعی سسٹم ہتھیار کے ماہرین، پائلٹ اور دیگر افراد، جو سابقہ انتظامیہ سے ہمیں منتقل ہوئے تھے، وہ ہمیں اکیلا چھوڑ کر فرار ہو گئے تھے۔

<u>سوال: جو مسلمان جہادی تربیت اور تیاری نہ رکھتا ہو، جنگ کے میدان میں اسے کون سی مشکلات پیش آسکتی ہیں؟</u>

جواب: جو مجاہدین شرعی حوالے سے جہاد کے متعلق معلومات نہ رکھتے ہوں، ان سے ایسے اعمال صادر ہوتے ہیں جس سے وہ جہاد کے اُخروی ثواب سے محروم ہو جاتے ہیں۔ کبھی کبھی دنیا میں بھی گرفت کا باعث بن جاتا ہے۔ دشمن کے خلاف کوئی مؤثر عمل انجام نہیں دے سکتا۔ دشمن کو باریکی سے نشانہ نہیں بنا سکتا۔ کبھی کبھی اپنے اسلحے سے خود کو یا اپنے ساتھیوں کو زخمی کر بیٹھتا ہے۔ بسا اوقات اپنی بارودی سرنگ ان پر ہی پھٹ جاتی ہے۔

سوال: آپ موجودہ حالات میں امارت اسلامیہ کے تربیتی پروگراموں کو کس نظر سے دیکھتے ہیں۔ تمام مجاہدین یا اکثر کو فکری اور عسکری حوالے سے تربیت دینے کے لیے کیا کیا جانا چاہیے؟

جواب: الحمد للہ! امارت اسلامیہ افغانستان نے جہادی تربیت کے حوالے سے بہت پیش رفت کی ہے۔ جو عسکری تربیت امارت اسلامیہ اپنے مجاہدین کو موجودہ حالات میں دے رہی ہے، مختصر عرصے اور کشیدہ حالات میں یہ تربیت دنیا کی دیگر حکومتیں اپنی افواج کو بھاری اخراجات اور تعلیمی منصوبوں کے ذریعے دیتی ہیں۔ مگر میں پھر بھی موجودہ کوششیں ناکافی سمجھتا ہوں۔ انہیں کئی گنا زیادہ ہونا چاہیے۔ ہم بہت وقت ضایع کر چکے ہیں۔ ہم نے بہت سے نادر مواقع گنوا دیے ہیں۔ جب کہ ہمارا مقابلہ ترقی یافتہ، تربیت یافتہ اور مسلح دشمن سے ہے۔

سوال: روس کے خلاف جہاد کے دوران کچھ گروہوں نے اپنے مجاہدین کو اسلحہ چلانے کا طریقہ تو سکھایا، مگر ان کی ذہنی اور فکری تربیت پر توجہ نہ دی۔ عبداللہ عزام شہید رحمہ اللہ نے ان کے متعلق کہا تھا کہ یہ مجاہدین آخر میں آپس میں لڑ پڑیں گے کیوں کہ انہیں اسلحہ چلانا تو آتا ہے، مگر اسلحے کے شرعی اور غیر شرعی استعمال کا علم نہیں ہے۔ کیمونزم کی شکست کے بعد ان کا خدشہ درست ثابت ہوا۔ موجودہ حالات میں مجاہدین کی طویل مدتی جسمانی تربیت اور ذہن سازی کے لیے آپ کون سے اقدامات ضروری سمجھتے ہیں؟

جواب: صلیبی جارحیت پسندوں اور کابل انتظامیہ کے خلاف ہماری جنگ واضح طور پر ایک جہاد ہے۔ دشمن کے خلاف شدید اور طویل جنگ صرف اور صرف مضبوط عقیدے اور پختہ نظریے کے ذریعے ہی لڑی جاسکتی ہے۔ لازوال عقیدے اور بے لچک نظریے کا وجود صرف اور صرف مجاہدین کی فکری تربیت اور ذہن سازی کی بنیاد پر ہی ممکن ہے۔ مجاہدین کی فکری تربیت نہ ہو تو ہماری منزل دور سے دور تر ہوتی جائے گی۔ انحراف اور مایوسی کے ریشے پیدا ہوں گے۔ ہمیں مشکلات کا سامنا ہوگا۔ میرے خیال میں مجاہدین کی فکری تربیت کے لیے امارت اسلامیہ کو یہ اقدامات کرنا ہوں گے:

الف: تمام ذمہ داروں اور مجاہدین پر تربیت لازمی قرار دی جائے۔

ب: ان کے لیے طریقۂ کار اور نصاب مرتب کیا جائے۔ مجاہدین کی فکری تربیت کے لیے ایک طریقہ کار اور نصاب تشکیل دیا جائے۔

ج: یہ نصاب درس کی شکل میں پڑھایا جائے۔

د: ہر صوبے کے علمائے کرام کو مکلف کیا جائے کہ مقررہ طریقۂ کار کے مطابق مجاہدین کی فکری تربیت کی جائے۔

ہ: مجاہدین کی فکری تربیت کے لیے کوئی ایسا طرز عمل اپنایا جائے، جس کی برکت سے فکری تربیت ذمہ داروں اور مجاہدین کا ایک لازمی فریضہ اور پختہ معمول بن جائے۔

و: امارت اسلامیہ ثقافتی کمیشن اپنے پرنٹ، صوتی، فلمی اور تصویری اشاعتوں میں تربیت پر خصوصی توجہ دے اور ایک منظم منصوبہ بندی کے ذریعے مجاہدین کی فکری تربیت کے لیے مزید نشر و اشاعت کا اہتمام کیا جائے۔

سوال: موجودہ حالات میں عسکری شعبے میں ہماری تربیت صرف اُس اسلحے کے استعمال تک محدود ہے، جو ہمارا دشمن بناتا ہے۔ افسوس ہے، مسلمان اس حوالے سے خود کفیل نہیں ہیں۔ جنگی ٹیکنالوجی سیکھنے کے لیے عصری علوم کا سیکھنا بنیادی شرط ہے۔ اس حوالے سے خصوصاً تعلیم کے حوالے سے کیا کیا جانا چاہیے؟

جواب: ہمارے خیال میں مدارس کے نصاب میں اتنی عصری تعلیم لازمی شامل کی جانی چاہیے، جو جہادی اور تربیتی امور کی ضرورتوں کو پورا کر سکے۔ عصری علوم کے لیے اور مجاہدین کی تربیت کے لیے لازمی جدید ترین اور ترقی یافتہ عصری ٹیکنالوجی کا استعمال سیکھنے کے لیے خصوصی تعلیمی اداروں کا قیام لازمی ہے۔ اگر حالات مناسب نہ ہوں تو ایک منظم طریقۂ کار کے تحت ملک اور خطے میں موجود تعلیمی اداروں سے کام لیا جائے۔ عسکری اور انٹیلی جنس کے شعبہ جات کی تشکیلات میں علم، ٹیکنالوجی، سائنسی تحقیقات اور ایجادات کا خصوصی شعبہ قائم کرنا چاہیے۔ جو اس حوالے سے تمام با استعداد قوتوں کو جمع کرے اور انہیں اپنے سرکل میں کام پر لگادیں۔ جنگی ضروریات خود

> اپنی صفوں کی "صفائی" پر خصوصی توجہ دینی چاہیے۔ کرپٹ اور بدنام افراد کو اپنی صفوں میں جگہ نہ دی جائے۔ کیوں کہ انہیں دیکھ کر نیک مجاہدین کے حوصلے ٹوٹ جاتے ہیں۔ وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ ان کی جنگ کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔
> مفتوحہ علاقوں میں جرائم کی روک تھام اور عوامی مسائل کے حل کے لیے جو ذمہ دار متعین کیے جاتے ہیں، وہ تقویٰ دار ہونے چاہئیں کیوں کہ خیانت اور رشوت حوصلے پست کرنے کا ایک اہم سبب ہے۔

پوری کرنے کی کوشش کریں اور ملک میں موجود نایاب شخصیات کی خدمات حاصل کرنے پر خصوصی توجہ دیں۔

سوال: آپ جانتے ہیں کہ اس دور کی جہادی مزاحمتیں انتہائی شدید، طویل اور حوصلہ آزما ہوتی ہیں۔ جو بسا اوقات مجاہدین کے حوصلے اور عزم کو توڑ کر رکھ دیتی ہیں۔ نفسیاتی اعتبار سے مجاہدین کا عزم اور حوصلہ بلند اور برقرار رکھنے کے لیے آپ کی رائے کیا ہے؟

جواب: حوصلہ اور مورال بلند رکھنے کے لیے صلیب کے خلاف حالیہ جہاد پر خصوصی توجہ دینا ہوگی۔ کیوں کہ دشمن ہمارے خلاف وسیع پیمانے پر نفسیاتی جنگ لڑ رہا ہے۔ دشمن نے نفسیاتی جنگ کے لیے وسیع پیمانے پر وسائل اختیار کیے ہوئے ہیں، جب کہ دوسری جانب مجاہدین انتہائی پابندیوں کا شکار ہیں۔ مجاہدین کا حوصلہ جنگ کی سختیوں کی وجہ سے نہیں گرتا۔ ایسا بہت کم ہوتا ہے، جب جنگ کی شدت سے کوئی حوصلہ ہار جاتا ہے۔ کیوں کہ موجودہ دور کے مجاہدین پروانے ہیں، جو اللہ کی راہ میں جان کی قربانی کو تیار ہیں۔ مگر کچھ عوام ایسے ہوتے ہیں، جن سے مجاہدین کا حوصلہ ٹوٹ جاتا ہے۔ جیسا کہ '(۱)' دشمن کی نفسیاتی جنگ اور پروپیگنڈہ"۔ (۲) "اپنی صف میں کچھ غیر شرعی اعمال"۔ (۳) "آپس کی رقابتیں اور ذمہ داران کی غفلت"۔

ہمارے خیال میں امارت اسلامیہ کے متعلقہ حکام مجاہدین کا حوصلہ بلند رکھنے اور مایوسی سے بچانے کے لیے مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھیں:

اول: مجاہدین کے سامنے شریعت اسلامیہ کی رُو سے صلیبی جارحیت پسندوں، ان کے دوستوں اور معاونین کے خلاف جہاد کا حکم واضح طور پر بیان کیا جائے، تاکہ اس میں کسی قسم کا ابہام نہ رہے۔

دوم: مجاہدین کے سامنے ہمیشہ یہ بات واضح رکھی جائے کہ ہم نیشنل آرمی، پولیس، بیرونی افواج، اربکیوں اور کٹھ پتلیوں کو کیوں مارتے ہیں کیوں کہ دشمن ہمیشہ یہ کوشش کرتا ہے کہ ایسی ذہنیت عام کی جائے کہ بیرونی افواج کے انخلا کے بعد جنگ کا کوئی جواز نہیں ہے۔ نیشنل آرمی، پولیس اور انٹیلی جنس اہل کار "اپنے" ہیں، انہیں مارنا جائز نہیں۔ مجاہدین کو شریعت کی رُو سے یہ سمجھایا جائے کہ ہمارا جہاد جارحیت اور نفاق سے آزاد، ظلم وفساد کے خاتمے اور سچے اسلامی نظام کے قیام کے لیے ہے۔ جو اس کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں، ان کا قتل واجب ہے۔

سوم: اپنی صفوں کی "صفائی" پر خصوصی توجہ دینی چاہیے۔ کرپٹ اور بدنام افراد کو اپنی صفوں میں جگہ نہ دی جائے۔ کیوں کہ انہیں دیکھ کر نیک مجاہدین کے حوصلے ٹوٹ جاتے ہیں۔ وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ ان کی جنگ کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

چہارم: مفتوحہ علاقوں میں جرائم کی روک تھام اور عوامی مسائل کے حل کے لیے جو ذمہ دار متعین کیے جاتے ہیں، وہ تقوی دار ہونے چاہیں کیوں کہ خیانت اور رشوت حوصلے پست کرنے کا ایک اہم سبب ہے۔

پنجم: جنگی گروپوں کے درمیان ہم آہنگی اور شراکتِ کار کو مزید فروغ دیا جائے۔ اس حوالے سے بہت زیادہ کام ہونا چاہیے۔ کیوں کہ گروپوں کے درمیان رقابتیں انسانوں کا ایک فطری معاملہ ہے۔ لیکن اس سے مجاہدین میں مایوسی پھیلتی ہے۔ شریف لوگ یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ یہ رقابتیں پالنے سے بہتر ہے، آرام سے گھر بیٹھ جائیں۔

ششم: دشمن کے خلاف ہونے والی کارروائیوں کی براہ راست تصاویر اور ویڈیو فلمیں بنا کر جلدی نشر کی جائیں۔ اس سے مجاہدین کا حوصلہ بلند رہتا ہے۔ دشمن کے اس پروپیگنڈے کی روک تھام کی جاسکتی ہے، جو 24 گھنٹے مجاہدین کی کامیابیاں چھپانے کے لیے کیا جاتا ہے۔ اس سے مجاہدین کے حوصلوں پر برا اثر پڑتا ہے۔

ہفتم: مجاہدین کے لیے زیادہ سے زیادہ شرعی کیمپس کا قیام عمل میں لایا جائے۔ جو مختصر عرصے پر مشتمل ہوں۔ تمام گروپوں پر یہ لازم کر دیا جائے کہ اپنے ٹھکانوں اور مورچوں میں روزانہ کی بنیاد پر اصلاحی بیانات کا اہتمام کیا جائے۔

ہشتم: ثقافتی کمیشن مجاہدین کا حوصلہ بلند رکھنے کے لیے خصوصی پرنٹ، صوتی اور فلمی نشریات تیار کرے۔

نہم: مجاہدین ذمہ دار بروقت اپنی استطاعت کے مطابق اقتصادی مشکلات کے حل تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ قیدیوں، یتیموں، معذوروں، زخمیوں اور شہداء کے ورثاء کی فکر کی جائے۔ کیوں کہ جب ایک ذمہ دار ان کی پروا نہیں کرتا اور ان کے مسائل پر توجہ نہیں دیتا تو اس سے مجاہدین میں مایوسی پھیلتی ہے۔ اور مجاہد یہ سوچنے لگتا ہے کہ اگر مجھ پر ایسی کوئی آزمائش آجائے تو میرا بھی یہی حال ہوگا۔

ایک بار پھر آپ کو نیک تمنائیں اور سلام پیش کرتا ہوں والسلام

★★★

امریکا کی پُر فریب اور ناکام جدوجہد

ابو ظہیر

مجاہدین کے ساتھ دو بہ دو لڑائی میں ناکامی کے بعد مغرور غاصب اب چند نمائشی اجلاسوں، اچانک دوروں اور دعووں سے یہ ثابت کرنے کی کوشش میں ہے کہ خود کو اس جنگ کا فاتح قرار دلواؤں۔ حال ہی میں اوباما کی طرف سے صلیبی جنگ کی طوالت کے بارے میں خفیہ پیغام، لندن میں افغانستان کے امداد کے نام پر ان غاصب ممالک کے حکمرانوں کا گٹھ جوڑ اور امریکا کے وزیر دفاع چیک ہیگ کے دورۂ افغانستان کا اچانک اعلان دشمن کے شکست خوردہ سینے سے اٹھنے والے درد کی داستان سنا رہا ہے۔

امریکا کی رہنمائی میں جارح اتحادی قوتوں کی بھاگ دوڑ بھی بتا رہی ہے کہ افغانستان کی آزادی غصب کرنے والے یہ خونی درندے اب بھی اپنے مظالم سے پیچھے ہٹنے والے نہیں، بلکہ اب بھی اپنے ناپاک عزائم کی تکمیل میں لگے ہوئے ہیں۔ اور افغانستان میں اپنے مستقل قیام کے خواب دیکھ رہے ہیں۔

مبصرین کے مطابق امریکا جنگ کے میدان میں رسوائی اور خجالت کے بعد اپنی پُر فریب سیاسی حکمت عملی کے تحت جنگ کا نقشہ تبدیل کرنے کی کوشش میں ہے تاکہ افغانستان کے اہم اسٹریٹجک اور جغرافیائی محل وقوع کے ذریعے اپنے مذموم مقاصد کا حصول ممکن بنایا جاسکے۔ افغانستان کی امداد کے نام پر دنیا کے ترقی یافتہ ممالک سے ڈالروں کے حصول کی نئی مہم بھی اسی لیے شروع کی گئی ہے، تاکہ ان ممالک سے لاکھوں ڈالر حاصل کرکے افغانستان میں اپنے مقاصد کے حصول کے لیے استعمال کیے جاسکیں۔

حقیقت یہ ہے کہ صلیبی جارح پسندوں کا نیا منصوبہ افغانستان کی ترقی کے بجائے بربادی کا سبب ہوگا۔ امریکا اس منصوبے کے واسطے سے افغانستان کی جغرافیائی اہمیت سے ناجائز فائدہ اٹھاکر لمبے عرصے تک اپنے خونی پنجے گاڑنا چاہتا ہے پھر ان کی یہ حرکتیں افغانستان سمیت پورے خطے کے لیے بھی خطرناک ہیں۔ خاص طور پر اس خطے کے ممالک کی قومی آزادی اور سرحدوں کی خلاف ورزی معمول بن جائے گی۔ ظاہر سی بات ہے کہ افغانستان میں امریکا کی موجودگی کا اصل مقصد اور غرض یہ ہے کہ یہ پورا خطہ امریکی تسلط میں آجائے۔ اگر ہمسایہ ممالک نے امریکا کے ان عزائم کے سامنے پل باندھنے کی کوشش نہ کی تو اس کے برے نتائج پورے خطے کو اپنی لپیٹ میں لے لیں گے۔ جس طرح بھی ہو، امریکا کو اس بات پر مجبور کیا جائے کہ وہ اپنے ان ناپاک ارادوں سے باز آجائے۔

اس کے علاوہ تیرہ سالہ دور امریکا کے سامنے ہے۔ یہاں ان کی تمام کوششیں ناکامی اور رسوائی کا شکار ہوئیں۔ یہ حقیقت ہے کہ انہوں نے اپنی ٹیکنالوجی کی مدد سے افغانستان کی سرزمین پر جارحیت کی ہے، لیکن زمینی حقائق ان کے حق میں نہیں ہیں۔ پورے پورے محلوں اور شہروں کو کھنڈرات میں تبدیل کیا، بے شمار لوگوں کو شہید اور زخمی کیا۔ ہزاروں کو گھر بار چھوڑنا پڑا۔ لیکن پھر بھی وہ جہادی صداؤں کو خاموش نہ کرسکے۔ اس میں اب کوئی شک نہیں کہ امریکا ٹیکنالوجی کے استعمال کے باوجود یہ جنگ ہار چکا ہے۔ اگر اپنی کامیابی کے لیے پوری دنیا کی فوجوں کو ساتھ ملالے، تب بھی کامیابی ان کا مقدر نہیں بن سکتی۔

جنگ کو مزید طول دینے اور اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے بجائے امریکا کو افغان عوام کے مطالبات کے سامنے سر تسلیم خم کرنا چاہیے اور اپنی غیر قانونی جنگ کو اختتام تک پہنچایا جائے۔ افغانستان پر افغان عوام کی خواہشات کے مطابق اسلامی حکومت قائم کرنے کا موقع دیا جائے۔ کیوں کہ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ افغان عوام نے کبھی بھی غیر ملکی جارحیت برداشت نہیں کی ہے۔ ہر جارحیت پسند کا مردانہ وار مقابلہ کیا ہے۔ امریکا کی سربراہی میں پچاس کے قریب ممالک کے خلاف افغان عوام کی موجودہ تاریخ ساز مزاحمت اس کی ایک زندہ مثال ہے۔ جن کی عظیم قربانیاں دیکھ کر دنیا حیران رہ گئی ہے۔ امریکا اور اس کے اتحادی ممالک کے خلاف حالیہ حملے ان تمام ممالک کے لیے ایک پیغام ہیں کہ ان کے خلاف جاری جہاد میں وقت گزرنے کے ساتھ تیزی آرہی ہے۔ اس بات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اگر وہ افغان جنگ کا خاتمہ نہ کریں تو مستقبل میں ان سے زیادہ تباہ کن حملوں کا انتظار کریں، جن کے نتیجے میں ان کے بے شمار اہلکاروں کی کھوپڑیاں خون کے سیلاب میں بہہ جائیں گی۔

مولانا عبد اللہ ذاکری رحمہ اللہ

ایک شخصیت، ایک زندگی، جس کی یادیں باتیں ابھی تک دلوں میں مہک رہی ہیں!

عبد الرؤف حکمت

صدیوں سے امت مسلمہ بڑے بڑے مصائب اور آزمائشوں کا شکار ہے۔ یورپ کی صنعتی اور سائنسی ترقی کے بعد پوری اسلامی دنیا کفریہ جارحیت خصوصا یورپیوں کے عسکری، سیاسی، فکری اور اقتصادی استعماری پنجوں میں جکڑی ہوئی ہے۔ مگر امت مسلمہ کی اس بری حالت اور مسلمانوں کی محکومیت کے خلاف پوری امت خاموش نہیں بیٹھی، بلکہ امت کی صفوں میں ایسے علماء، مفکرین، مجاہدین، مصنفین اور دیگر با احساس و با ادراک لوگ ہمیشہ سے موجود رہے ہیں جنہوں نے اپنی زندگی مسلمانوں کی بیداری اور کفر کے خلاف مزاحمت کے لیے وقف کردی ہے۔

اگر افغانستان کی سطح پر بات کی جائے تو کفر مخالف مزاحمت کے سلسلے میں ایک قابل فخر اور راہ نما مولانا عبد اللہ ذاکری صاحب کی شخصیت نظر آتی ہے، جنہوں نے کیمونزم کی یلغار کے بعد سے امریکی جارحیت اور شکست کے تمام ادوار میں ایک بیدار مغز اور با ادراک رہنما کی حیثیت سے اپنی ذمہ داری نبھائے رکھی۔ شیخ عبد اللہ ذاکری صاحب کا یہ جہادی اور دعوتی موقف تھا، جس نے کفر کے اسٹریٹجک پالیسی سازوں کو بے چین اور پریشان کر رکھا تھا۔ اس لیے آخر میں ایک شیطانی چال چل کر ایک قاتلانہ حملے میں امت مسلمہ کے اس قابل فخر رہنما کو شہید کر دیا گیا۔ ذاکری صاحب مرحوم کی شہادت کی پہلی برسی کی مناسبت سے اُن کی حیات اور کارناموں کی مختصر رُوداد میں آپ کو شریک کیا جارہا ہے۔

پیدائش:

عبد اللہ الذاکری صاحب 1353ھ بمطابق 1934 کو افغانستان کے صوبہ قندہار کے قریب "ذاکر شریف" کے علاقے میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام شیخ میاں نظام الدین اور دادا کا نام شیخ میاں خیر الدین تھا۔

زندگی کے ابتدائی مراحل:

ذاکری صاحب کا خاندان کئی صدیوں سے اسی علاقے میں علم اور تصوف نمایاں مقام رکھتا ہے۔ ان کے آباء و اجداد میں کئی پشتوں تک علماء، مشائخ، اور صوفیائے کرام کا سلسلہ چلتا رہا ہے۔ ذاکری صاحب نے چار سال کی عمر میں اپنے والد کے زیر سایہ علمی سفر کا آغاز کیا۔ کچھ عرصہ اپنے علاقے میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد حصول علم کے لیے سفر کیا۔ قندہار اور آس پاس کے دیگر علاقوں میں مختلف مدارس کے علاوہ غزنی میں بھی حصولِ علم میں مشغول رہے۔ اسی طرح پاکستان کے صوبہ بلوچستان میں علم حاصل کرتے رہے۔ 21 سال کی عمر میں دینی علوم کی رسمی تعلیم سے فراغت کے موقع پر قندہار کے جید علمائے کرام اور مشائخ سے دستار فضیلت حاصل کی۔

تعلیم و تزکیہ اور تبلیغی زندگی:

جس طرح شیخ ذاکری صاحب کا ایک علمی خاندان تھا، اسی طرح تصوف اور تزکیے کے شعبے میں بھی انہوں نے بہترین خدمات انجام دیں ہیں۔ ان کے خاندان کے بزرگ عوامی اصلاح اور امور تزکیہ میں سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ بانوریہ کے افراد تھے۔ ذاکری صاحب اپنی عین نوجوانی کے ایام ہی سے اس راہ کے ایک سالک کی حیثیت سے طریقت میں داخل ہوئے۔ یہاں تک کہ علم کے سفر کے خاتمے کے ساتھ ہی طریقت کا سلسلہ بھی اختتام کو پہنچا اور انہیں نقشبندیہ سلسلے میں خدمات کی اجازت مل گئی۔ انہوں نے فراغت کے بعد تدریس اور اصلاح کے علاوہ تبلیغ کا بھی آغاز کر دیا۔ یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ وہ پہلی شخصیت تھے، جنہوں نے قندہار میں دعوت و تبلیغ کی وہ پہلی جماعت بلائی، جس کی بنیاد ہندوستان کے عظیم عالم دین مولانا الیاس صاحب رحمہ اللہ رکھی ہوئی تھی۔ اور پوری دنیا میں تبلیغ کے کام کا آغاز کر دیا تھا۔ اس سے قبل افغانستان میں لوگ دعوت و تبلیغ کی جماعتوں کو شک اور بدگمانی کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے، مگر ذاکری صاحب نے ہمہ پہلو تحقیق کے بعد انہیں قندہار شہر میں دعوت دی۔ اس طرح لوگوں کا اعتماد ان جماعتوں پر بحال ہوا اور شیخ صاحب نے اپنے مدرسے کو دعوت و تبلیغ کا مرکز بنا دیا۔ اسی طرح ذاکری صاحب نے

علمی خدمات کے سلسلے میں قندہار کے کابل دروازے میں "دارالعلوم صدیقیہ" کے نام سے ایک بڑے مدرسے کی بنیاد رکھی۔ جس نے بہت عرصے تک دینی علم کی اشاعت میں بڑی خدمات انجام دیں ہیں۔ اس مدرسے میں مولوی محب اللہ اخندزادہ، مولوی عبدالغفور سنائی، محمد رسول اخندزادہ اور مولوی عبیداللہ ایوبی جیسے اپنے دور کے کبار علمائے کرام مدرسین کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے۔

اگرچہ ظاہر شاہ کے دورِ بادشاہت اور پھر داؤد خان کے دورِ جمہوریت میں دینی مدارس اور علمائے کرام کے خلاف مشکلات اور مسائل کا بند توڑ دیا گیا تھا، مگر ذاکری صاحب نے پوری بہادری اور تدبر سے سرخ انقلاب تک اپنا مدرسہ فعال رکھا اور انہی حالات میں دینی علوم کی اشاعت میں ناقابل فراموش خدمات انجام دیں۔

کمیونسٹوں کی جارحیت اور شیخ صاحب کی اسارت:

کمیونسٹ انقلاب کے بعد جب وہ اقتدار لوٹ کر لے گئے تو اُن کا پہلا کام مدارس اور دین دار شخصیات پر حملہ تھا۔ کمیونسٹوں کی جارحیت کے دو ہفتے بعد ملک کے ہزاروں علمائے کرام اور مشائخ کی طرح شیخ ذاکری صاحب بھی گرفتار اور ان کا مدرسہ بند کر دیا گیا۔ کمیونسٹوں کی جانب سے پہلی بار گرفتاری کے موقع پر شیخ صاحب چالیس روز قندہار جیل میں رہے۔ مگر اُنہیں کچھ عرصے بعد پھر گرفتار کر لیا گیا۔ اس بار ساڑھے دس ماہ قندہار اور کابل میں کمیونسٹوں کے وحشیانہ عقوبت خانوں میں پابندِ سلاسل رہے۔

شیخ صاحب کا قندہار جیل میں تاریخی اور جرأت مندانہ کردار آج تک ان کے رفقاء کو یاد ہے۔ اس حوالے سے ان کے قیدی ساتھی قاضی عبیدالرحمن صاحب کہتے ہیں: "مَیں قندہار جیل میں تھا۔ یہ کمیونسٹوں کا جیل تھا، جہاں ایک عام سپاہی کے ہاتھوں بھی قیدیوں کو مارنا، پھانسی دینا یا سخت ترین اذیتیں پہنچانا روز کا معمول تھا۔ ہر معمولی کمیونسٹ کو اس کا پورا پورا اختیار تھا۔ جیل میں شدید وحشت طاری تھی۔ کوئی آواز نہیں اٹھا سکتا تھا اور نہ کمیونسٹ جلادوں کے سامنے کسی کو کچھ کہنے کی جرأت تھی۔ مگر ایک دن ایک ایسے آدمی کو جیل لایا گیا، جس نے دیگر قیدیوں کو بھی حوصلہ دیا اور جیل کی حالت بدل کر رکھ دی۔ یہ عبداللہ ذاکری صاحب تھے۔ ان پر سخت ترین تشدد کیا گیا تھا۔ پاؤں میں بیڑیاں اور ہاتھوں میں پشت کی جانب ہتھکڑیاں لگائی گئی تھیں۔ مگر وہ اپنی پوری قوت سے کمیونسٹوں کے خلاف تنقید جاری رکھتے، جس کا کوئی اس وقت تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ انہیں منہ پر کافر اور روس کا غلام کہتے تھے۔ کھلے بندوں جہاد کی باتیں کرتے۔ ان سے مباحثے کرتے اور انہیں دھمکاتے رہتے۔ کمیونسٹوں نے ہر طرح کے مظالم ڈھا کر کوشش کی کہ ان کا منہ بند کر دیں، مگر انہیں کامیابی نہ ملی۔ وہ اِنہیں قتل کی دھمکی دیتے تو یہ جواب میں بہت واضح انداز میں شہادت کی تمنا کرنے لگتے۔ قیدی پہلے کمیونسٹوں کے خوف اور دہشت سے نماز ادا نہیں کر سکتے تھے۔ ذاکری صاحب نے قندہار جیل میں پہلی بار اذان دی اور جماعت سے نماز پڑھانی شروع کر دی۔ یوں بہت سے قیدی ان کی امامت میں نمازیں پڑھنے لگے۔ ذاکری صاحب ایسے شہید ہیں، جن کے احسان سے لوگ سر اُٹھا کر جینے کے قابل ہوتے ہیں۔"

قندہار کے رہائشی مولوی عبدالستار صاحب اُن کے جرأت مندانہ کردار کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: "جیل میں جہادی موقف رکھنے کے باوجود ایک مرتبہ کمیونسٹ گورنر انجینئر ظریف، ان کے وزراء اور دیگر کمیونسٹ حکام کی جانب سے انہیں طلب کیا گیا۔ انہیں مختلف طریقوں سے بے انتہا دولت کے بدلے جہادی موقف سے دست بردار ہونے کا کہا گیا۔ زیادہ دولت اور اونچے مناصب کی پیش کش کی گئی۔ یہاں تک کہا گیا کہ "وزارتِ تعلیم کا قلم دان آپ کے سپرد کیا جائے گا۔ گاڑی اور ذاتی حویلی کا پٹہ دیا جائے گا۔" مگر شیخ صاحب کا موقف ایک ہی تھا کہ اگر تم لوگ اسلام کو مانتے ہو؟ تمہارا قبلہ بیت اللہ اور راہبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو نہ صرف مَیں بلکہ سارے عوام آپ کے حامی ہیں۔ لیکن اگر آپ کا راہبر لینن، قبلہ ماسکو اور قانون وعقیدہ کمیونزم ہے تو پھر تمہارے خلاف جہاد فرض ہے۔ اگر عوام جہاد چھوڑ بھی دیں تو اس ملک کے شجر و حجر آپ سے لڑیں گے۔ کیوں کہ یہ ایک اسلامی سرزمین ہے، جو کفریہ نظام کو ہرگز قبول نہیں کرتی۔"

قندہار کے شہری حاجی سیف اللہ کامران قندہار جیل میں ذاکری صاحب کے ساتھ ایک بیرک میں رہے تھے۔ وہ کہتے ہیں: "جب قندہار جیل سے کمیونسٹ کسی قیدی کو باہر لے جاتے تو وہ زندہ نہ بچتا۔ ایک رات شیخ صاحب کو دوسرے قیدیوں کے ساتھ باہر نکالا گیا۔ مگر تھوڑی دیر بعد انہیں واپس لایا گیا۔ ہم نے کئی بار پوچھا کہ واپس کیسے آئے؟ شیخ صاحب نے بتانے سے احتراز کیے رکھا۔ میرے بہت زیادہ اصرار کے بعد بتایا کہ "کمیونسٹوں نے مجھے گاڑی میں بٹھایا اور پھانسی کی جگہ تک لے جانے لگے۔ مَیں پہلے تھوڑا سا گھبرایا، لیکن عین اسی وقت مجھے محسوس ہونے لگا کہ ہاتفِ غیبی مجھ سے کہہ رہا ہے "لاتخف ولاتحزن،

نجوت من القوم الظلمین"۔ یہی وجہ تھی کہ کمیونسٹوں نے مجھے گاڑی سے اتارا اور واپس جیل بھیج دیا۔"

شیخ صاحب کی جرأت اور بہادری کو دیکھتے ہوئے یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا کہ وہ کمیونسٹوں کی قید سے آزاد ہو جائیں گے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں نجات دی اور روسی جارحیت کے تھوڑے عرصے بعد وہ جیل سے رہا ہوگئے۔ اپنے اور گھر والوں کی حفاظت کی خاطر جہاد کے ارادے سے ہجرت کی اور قندہار سے بلوچستان کے شہر کوئٹہ چلے گئے۔

کمیونزم کے خلاف جہاد:

قندہار کے رہائشی ملا محمد رسول صدیقی مدرسے کے دور سے شیخ صاحب کے شاگرد اور خادم کی حیثیت سے ان کے ساتھ رہے۔ وہ تمام جہادی اسفار میں ان کے ہمراہ رہے۔ وہ کہتے ہیں: "جب شیخ صاحب نے پاکستان ہجرت کی تو پہلے جنوب مغربی زون کے 10 صوبوں کے عمومی جہادی ذمہ دار کی حیثیت سے ان کا تقرر کیا گیا۔ وہ مجاہدین کی رہنمائی اور رسد کی فراہمی کی ذمہ داری نبھاتے رہے۔ شیخ صاحب نے یہ ذمہ داری تین ماہ تک نبھائی۔ مگر جب انہیں کچھ کمانڈروں اور مالیاتی امور کے کارکنوں کی خیانت کا علم ہوا تو انہوں نے ان کی بھرپور مخالفت کی۔ ان کے خلاف کھڑے ہوگئے۔ یہاں تک کہ بات جہادی قائدین تک پہنچ گئی۔ چوں کہ کئی نامور کمانڈر اس خورد برد میں ملوث تھے اور تنظیمی قائدین نے بھی اس پر آنکھیں بند رکھی تھیں، شیخ صاحب نے احتجاجاً اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیا اور کہا: "میں اپنے احاطۂ ذمہ داری میں یہ سب کچھ ہوتا برداشت نہیں کر سکتا۔"

ملا محمد رسول اخند اس حوالے سے ایک واقعہ ذکر کرتے ہیں: "ایک بار مجاہدین کے لیے مخصوص پستولیں آئیں تھیں۔ شیخ صاحب چاہتے تھے، یہ پستولیں قندہار شہر اور دیگر شہری علاقوں میں گوریلا مجاہدین کے درمیان تقسیم کی جائیں۔ مگر صوبائی امراء اور کمانڈروں کی کوشش تھی کہ ایک ایک پستول اپنے لیے ذاتی طور پر رکھ لیں۔ شیخ صاحب نے ان کے اس بات کی شدید مخالفت کی اور کہا کہ "آپ لوگوں کو جہادی مال ذاتی طور پر استعمال کرتے ہوئے شرم آنی چاہیے۔ مجاہدین کو اسلحے کی ضرورت ہے۔ وہ ان پستولوں سے اسلام کا تحفظ کرنا چاہتے ہیں اور تم اپنی ذات کے تحفظ کے لیے انہیں اپنے پاس رکھ رہے ہو۔ پہلا حق انہیں کا ہے۔"

شیخ صاحب نے اس طرح کمانڈروں کے پیچھے اسلحے اور پیسوں کی تقسیم کے حوالے سے حساب کتاب شروع کیا اور بڑے کرپشن کا انکشاف کیا۔ جب انہوں نے تنظیمی سربراہوں کی سرد مہری دیکھی تو اپنے عہدے سے مستعفی ہوگئے۔ استعفاء کے بعد شیخ صاحب نے اپنا ایک دفتر قائم کیا۔ حالانکہ وہ کسی تنظیم کے باقاعدہ رکن یا ممبر نہیں تھے۔ مجاہدین کے ساتھ بلا تفریق مختلف حوالوں سے تعاون جاری رکھتے۔ وہ مختلف کیمپوں کے دورے کرتے، علماء اور عوام کو جہاد کی دعوت دیتے۔ اسی طرح وہ علماء اور مجاہدین، جو غریب اور لاچار ہوتے، ان سے تعاون کرتے۔ وہ دیار ہجرت میں جہادی اور اصلاحی کوششوں کے علاوہ بار بار افغانستان بھی گئے، جہاں وہ براہِ راست جہاد میں حصہ لیتے۔ ملا محمد رسول کہتے ہیں: "انہوں نے پہلی بار ہلمند کا دورہ کیا۔ وہاں رئیس عبدالواحد اور نسیم اخندزادہ کے نام سے دو مشہور کمانڈر تھے، جن کے درمیان اختلافات تھے۔ شیخ صاحب نے اپنی کوششوں سے ان کے درمیان صلح کروائی اور ان کے باہمی نزاع کا خاتمہ کر دیا۔ اس کے بعد شیخ صاحب افغانستان کے جنوب اور مرکزی علاقوں تک بار بار گئے۔ ایک سفر میں وہ صوبہ زابل گئے، جہاں انہوں نے "ملا مدد" اور دیگر مقامی کمانڈروں سے ملاقاتیں کیں اور وہاں کے جہادی کیمپوں کے دورے کیے۔ قلات، میزانی اور دیگر علاقوں کا دورہ کرنے کے بعد قندہار گئے۔ ارغنداب، محلہ جات، زنگاوت، پاشمول اور تقریباً قندہار کے تمام اضلاع کے جہادی محاذوں تک پہنچے۔ بعد ازاں وہ اروزگان چلے گئے۔"

امارت اسلامیہ کے سابق وزیر اور روس مخالف جہاد کے عظیم مجاہد "ملا محمد غوث" کہتے ہیں: "ذاکری صاحب ایسے وقت میں اروزگان آئے، جب اروزگان کے ضلع "دہراوود" میں روسی فوجیوں کے خلاف شدید جنگ جاری تھی۔ دہراوود ان شدید تاریخی جنگوں میں سے ہے، جہاں کی جنگ تقریباً ڈھائی ماہ تک مسلسل جاری رہی۔ روسیوں کے کئی طیارے اس جنگ میں گرائے گئے اور دونوں فریقوں کو شدید نقصان پہنچا۔ ذاکری صاحب اس جنگ کے دوران اسی علاقے میں تھے اور مجاہدین کے شانہ بہ شانہ جنگ میں شریک تھے۔ شیخ صاحب کا یہ جہادی دورہ سولہ ماہ کے طویل دورانیے پر مشتمل رہا۔ انہوں نے اس دورے میں عملی جہاد کے ساتھ ساتھ مجاہدین کی رہنمائی اور وہاں کے جہادی محاذوں کے درمیان اختلافات ختم کیے۔"

شیخ صاحب نے ایک اَور سفر زابل کے "اتغر" کے راستے قلات سرخگان اور وہاں سے ہوتے ہوئے قندہار تک کا کیا۔ قندہار کے مختلف علاقوں میں گئے اور وہاں مختلف جہادی مراکز کے مجاہدین سے ملاقاتیں کیں۔ انہیں لازمی ہدایات

دیں۔ وہ اپنے ایک اور سفر میں "ریگ" کے راستے قندہار گئے۔ وہاں 6 ماہ تک مختلف مراکز کے مجاہدین کے درمیان اتحاد اور رابطے کی کوششیں کرتے رہے، تاکہ وہ آپس میں مربوط ہو کر یک بارگی سے کمیونسٹوں پر اپنے حملوں کا آغاز کر دیں۔ ان تمام اسفار میں شیخ صاحب کی کوشش یہ تھی کہ مجاہدین کی ضروری رہنمائی کر سکیں۔ انہیں جہاد کے اعلیٰ مقاصد کی طرف توجہ دلائیں۔ انہیں کرپشن، ظلم، اختلاف اور ناجائز قبضوں سے روکیں۔ اس طرح انہوں نے مختلف جہادی کمانڈروں اور مجاہدین کے درمیان اختلافات کے خاتمے اور اصلاح کی کوششیں کیں۔ شیخ صاحب اگرچہ کسی تنظیم کے باقاعدہ رکن نہیں تھے، مگر جہاد میں فعال حصہ لیا۔ وہ واحد ایسی شخصیت تھے، جو تنظیمی قائدین کے سامنے کھلم کھلا بات کرتے تھے اور انہیں اپنی غلطیوں کی جانب متوجہ کرتے۔ مجاہدین کو رسد فراہمی، یتیموں اور بے آسرا مہاجرین کی کفالت، ان سے تعاون، علمائے کرام کی حفاظت اور ان سے مالی تعاون ان کی اہم مصروفیات تھیں۔ جب جہاد کے کچھ "معاون حلقوں" نے یہ کوشش کی کہ جہادی تنظیمیں اور بھی بڑھ جائیں اور اس طرح مجاہدین کے درمیان اتحاد قائم نہ ہو سکے، شیخ صاحب کو مختلف طریقوں سے پیش کش کی گئی کہ الگ تنظیم کا اعلان کر دیا جائے۔ مگر شیخ صاحب نے اس مطالبے کو قبول نہیں کیا۔ وہ تنظیموں کی تعداد میں اضافے کو ایک بڑا فتنہ سمجھتے تھے۔ ان کی کوشش تھی کہ موجودہ تنظیموں کو آپس میں قریب کر کے آپس میں ضم کر دیا جائے۔

اتحادِ علماء افغانستان کی تاسیس:

جب روسیوں کی شکست کے بعد نجیب کے دور اقتدار میں جہادی تنظیموں کے درمیان نفاق اور ذاتی اختلافات کی علامات ظاہر ہونے لگیں، اسی طرح کچھ نئے افکار اور عقائد بھی افغانوں کے درمیان پھیلنے لگے تو ذاکری صاحب نے کئی جید علمائے کرام سے مل کر ان مشکلات کے خاتمے کے لیے سیکڑوں علماء کو جمع کیا۔ ایک غیر سیاسی اصلاحی اتحاد کا فارمولہ سامنے رکھا۔ اس اتحاد کا مقصد یہ تھا کہ یہ صرف ایک اصلاحی جماعت ہوگی۔ جو معاشرے کی اصلاح، مجاہدین کے درمیان ثالث اور دیگر خیر کے کام انجام دے گی۔ اس اتحاد کے پہلے اجتماع میں 700 علمائے کرام نے شرکت کی۔ اجتماع میں اتحادِ علماء کا منشور ترتیب دیا گیا، جو 5 فصلوں اور 44 شقوں پر مشتمل تھا۔

ذاکری صاحب کی قیادت میں "اتحادِ علمائے افغانستان" نے افغانستان اور اسلامی دنیا کے مختلف مسائل پر اپنی ذمہ داری بہت احسن طریقے سے ادا کی۔

علمائے کرام کی اس جماعت کے مسلسل اجلاس منعقد ہوتے رہے۔ ان میں مختلف مسائل اور قضیوں کے حوالے سے مباحثے ہوتے رہے۔ پھر انہیں فتوی اور پیغام کی شکل میں نشر کیا جاتا۔ عمومی فقہی مسائل سے لے کر سیاسی واقعات اور قضایا تک اتحادِ علماء افغانستان تمام شعبوں میں لوگوں کی رہنمائی کرتا رہا۔ 1991ء میں خلیجی جنگ کے دوران امریکا نے صدام حسین کو روکنے کے بہانے ہزاروں فوجی جزیرۃ العرب میں داخل کر دیے تھے۔ ذاکری صاحب اور ان کے ساتھیوں نے امریکیوں کے اس اقدام کی شدید مخالفت کی۔ بی بی سی ریڈیو سے گفتگو کرتے ہوئے امریکی فوجیوں کے خلاف امتِ مسلمہ پر جہاد کو فرض عین قرار دیا۔ وہ تنظیمی رہنماؤں کو اس بات پر راضی کرنے کی کوشش کرتے کہ لڑائی اور فساد سے دست بردار ہو جائیں۔ صرف شریعت کے نفاذ کے لیے کام کریں۔ انہوں نے اس سلسلے میں اپنی ذمہ داری بار بار نبھائی۔ تنظیمی لڑائیوں کے خاتمے کے لیے 11 بار کابل گئے۔ ایک مخلص، جرأت مند اور غیور مؤمن کی حیثیت سے تنظیمی جنگجوؤں کو ان کی غلطیوں کی جانب متوجہ کیا اور سمجھایا۔

"اتحادِ علماء افغانستان" کی جانب سے افغانستان پر امریکی جارحیت کی مذمت کی گئی۔ امریکا کے خلاف جہاد کی فرضیت کا فتوی دیا گیا۔ اسی طرح عالمی قوتوں کے اسلام مخالف اقدامات، جیسے توحید کے نام پر گمراہ کن کوششیں، مصر میں ڈاکٹر مرسی کی اسلامی تنظیم کی حکومت کے خاتمے اور اس طرح کے دیگر اہم مسائل کے حوالے سے اپنا مؤقف واضح کیا اور عالم کفر کی سازشوں کو بے نقاب کرتے رہے۔ ذاکری صاحب کی قیادت میں علمائے کرام کی اس جماعت نے درجنوں اہم ترین مسائل پر خصوصی تحقیق کی اور ان کا نچوڑ فتوی کی شکل میں لوگوں تک پہنچایا۔ اسی طرح وقتاً فوقتاً اسلامی ممالک کے سربراہان اور معروف و باأثر شخصیات کو بار بار تنبیہی اور اصلاحی خطوط لکھے، جن کی تعداد 500 تک ہے۔

امریکا کے خلاف جہاد:

ذاکری صاحب اپنی ذاتی ذمہ داریوں اور مقامی اصلاحی کوششوں کے علاوہ سیاسی مسائل سے بھی بے پروا نہ تھے۔ انہوں نے امارت اسلامیہ کے دور حکومت میں مسلسل افغانستان کے اسفار کیے۔ نہ صرف امارت اسلامیہ کے حکام کو اصلاحی دعوت دی، بلکہ امارت اسلامیہ کے سربراہ عالی قدر امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد کو بھی ہمیشہ نیکی کی نصیحت کرتے۔ انہوں نے امارت اسلامیہ اور مخالفین کے درمیان کئی بار صلح کی بھی کوششیں کیں۔ جب امریکا نے افغانستان پر حملے کا ارادہ کیا تو شیخ صاحب نے ایک فتوی دیا، جس کی رو سے امریکا کے خلاف

جہاد کو فرض عین قرار دیا گیا تھا۔ وہ امریکی جارحیت سے کچھ عرصہ قبل افغانستان گئے۔ ملک کے کئی جنوبی، مرکزی اور جنوب مشرقی صوبوں کا دورہ کیا۔ عام لوگوں اور علمائے کرام سے ملاقاتیں کیں اور جہاد کی دعوت دی۔ وہ امریکا کے خلاف جاری حالیہ جہاد کے شدید حامی تھے۔ مختلف اجتماعات، مجالس، حتیٰ کہ ذرائع ابلاغ کے ذریعے ہمیشہ امریکا کے خلاف جہاد کی تبلیغ کرتے رہے۔ جارحیت کی موجودگی میں دشمن کے ساتھ کسی بھی قسم کی مصالحت کو اسلامی اصولوں سے سرتابی سمجھتے تھے۔

شیخ صاحب علی الاعلان انتہائی قطعیت سے ان نام نہاد علماء کی مخالفت کرتے تھے، جو امریکی جارحیت کو عالمی تعاون قرار دیتے اور اسے جواز فراہم کرتے ہیں۔ انہوں نے سعودی عرب کے ایک مفتی کے جواب میں، جنہوں نے امریکا کے خلاف جہاد کو ناجائز قرار دیا تھا، کہا کہ "یہ مفتی صاحب یا تو جاہل اور اسلام سے بے خبر ہیں یا دجال ہیں، جو لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ وہ کفر کا حامی اور وکیل بننے کی کوشش کرتے ہیں۔" شیخ صاحب نے 1991 میں حجاز کی مقدس سرزمین پر امریکی جارحیت کے خلاف جو فتویٰ دیا تھا، زندگی کی آخری سانس تک اسی موقف پر قائم رہے۔ امریکا کو امت مسلمہ کا سب سے بڑا دشمن قرار دیا۔ انہوں نے افغانستان کے مسئلے پر اپنا موقف درج ذیل نکات میں خلاصے کے ساتھ پیش کیا تھا:

1... امریکا اپنی ناکامی کا اعلانیہ اعتراف کرے۔

2... اپنی وحشی اور ظالم فوج افغانستان سے نکال دے۔

3... افغانوں کو اس جنگ میں ہونے والے جانی ومالی نقصان کا تاوان ادا کرے اور افغانستان کے معاملات سے دست بردار ہو جائے۔ افغان عوام اپنی ہمت سے عالمی استعمار کو شکست دے سکتے ہیں۔ اگر عالمی دنیا اس میں مداخلت سے باز آجائے تو یہ اپنے ملک کی تعمیر بھی خود کر سکتے ہیں۔

حال میں جب امریکیوں کو دائمی اڈے دینے کا موضوع سامنے آیا تو شیخ صاحب نے انتہائی دوٹوک انداز میں ان اڈوں کی مخالفت کی اور کابل حکام کو خبردار کیا کہ وہ اس معاہدے پر دستخط سے باز آجائیں۔ اسی طرح ذرائع ابلاغ پر اپنے انٹرویوز میں ان اڈوں کی مخالفت میں خصوصی گفتگو کی۔ چوں کہ شیخ صاحب کو ایسے حساس حالات میں نامعلوم قاتلوں نے حملے کا نشانہ بنایا، اس لیے ایسا خیال کیا جاتا ہے کہ امریکی انٹیلی جنس قاتلوں نے اس اہم مسئلے پر شیخ صاحب کے موقف کی وجہ سے ہی انہیں نشانہ بنایا ہے۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر:

شیخ صاحب خود کو حرام اور مشتبہات سے محفوظ رکھتے تھے۔ ہمیشہ نیک کام، اذکار، وظائف اور خیر کے کام انجام دیتے تھے۔ اوروں کو بھی ہمیشہ نیک کاموں کا کہتے۔ حرام کاموں کے خلاف انتہائی سرگرمی سے کام کرتے۔ وہ بدعات، غیر شرعی طور طریقوں، مغربی کفریہ افکار، فحاشی، عریانی اور دیگر فتنوں کی روک تھام کے لیے ہمیشہ سرگرم رہتے۔ نہ صرف اپنی باتوں اور مواعظ سے لوگوں کو تنبیہ کرتے، بلکہ فتاویٰ اور رسائل کی اشاعت سے بھی یہ کوششیں جاری رکھتے۔ انہوں نے فلم سازی، تصویر کشی، ٹی وی، کیبل، غیر اسلامی ممالک سے گوشت کی درآمد، اسی طرح بینک کے سودی نظام، مغربی این جی اوز اور مغربی طریقہ تعلیم اور دیگر غیر اسلامی تحریکوں کی شدید مخالفت کی۔ انہوں نے اس سلسلے میں 1433ھ کو مساجد میں لوگوں کی نصیحت اور دینی تعلیم کے لیے ایک جامع طریقہ تشکیل دیا۔ علمائے کرام اور ائمہ کو اس کا پابند بنایا کہ اپنی مسجد کے عام لوگوں کو دین کے بنیادی احکامات کی تعلیم اور درس دیں۔

تصنیفات:

شیخ صاحب نے اپنی علمی زندگی میں کئی رسالے اور تصنیفات چھوڑیں ہیں، جن میں سے کچھ کے نام درج ذیل ہیں:

''الاذکار وفضائلها، التصوف ومقاماته العشرة فی ضوء القرآن والسنة، الافتاء فی عدم جواز التصاویر والاوثان، اقوال المفسرین والفقهاء الحنفية فی موجب السعی الی صلوة الجمعة و ترك التجارة، تنبيه الاخوان علی استماع قرأة القرآن، التحقيق الاتم فی مسئلة لبس الخاتم، اقوال العلماء فی منع خروج النساء، العجالة النافعة فی سقی النفس العاطشة، تبدیل النسب وملامته فی الاسلام، القول الفاصل بين الحق والباطل، حكم الشوری فی الشريعة الغراء، فصل الخطاب فی تشريع الخضاب، البيان الوافی فی بيان حكم المعازف والمزامير و الملاهی، حكم الهجرة فی الشريعة المنورة، اشراط الساعة، اقوال الاخيار فی تشريع مولد النبی المختار، بيان المغرورين وعلاجهم، اثبات الكرامة بالقرآن والسنة، علاج الاسقام بالحجامة فی الاسلام، القول المفصل فی خواص العسل، الاستشفاء باستعمال الحبة السوداء، حكم اللحوم المستوردة من دول الكافرة، القول الجميل فی فضيلة دعاء الخليل، زاد الابرار الاستغفار بالاسحار، الدر المكنون فی فضيلة دعاء ذی النون عليه السلام، الاحاديث الشريفه فی فضيلة الحوقله وغيره۔

شہادت:

ذاکری صاحب 28 ربیع الاول 1435ھ بروز بدھ ظہر کے فرض کے بعد سنتوں کی ادائیگی کے لیے گھر جا رہے تھے۔ مسجد کے صحن میں دروازے کے قریب دو نامعلوم افراد کی جانب سے ان پر فائرنگ کی گئی۔ عینی شاہدین کے مطابق صرف "الحمدللہ" کے الفاظ کہے اور قبلہ رخ پر گر گئے۔ انہوں نے جام شہادت نوش فرمالیا تھا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

شیخ صاحب کے جنازے کی نماز جنازہ شہادت کے اگلے روز پاکستان میں صوبہ بلوچستان کے دارالحکومت کوئٹہ میں ایوب اسٹیڈیم میں ہزاروں شرکاء کی موجودگی میں ادا کی گئی۔ ان کی نماز جنازہ ان کے صاحبزادے عبدالقیوم ذاکری صاحب نے پڑھائی۔ اسی روز شام چھ بجے کوئٹہ سبزل روڈ کے قریب ذاکری مسجد کے قریب مدرسے کی چاردیواری میں انہیں سپرد خاک کیا گیا۔ شہادت کے بعد دارالعلوم حقانیہ کے شیخ الحدیث اور عالم اسلام کے عظیم عالم دین شیر علی شاہ صاحب مدنی نے انہیں "شیخ الشہداء" کا لقب دیا۔ بعد ازاں بڑے علمائے کرام: مفتی محمد تقی عثمانی، شیخ الحدیث مولانا حمد اللہ داجوی، مفتی زرولی خان صاحب اور دیگر علمائے کرام کی جانب سے بھی اس کی تائید کی گئی۔

کچھ یادیں:

شیخ صاحب کی زندگی کے کئی پہلو تھے۔ اس مختصر تحریر میں تمام اہم واقعات کا احاطہ ناممکن ہے۔ کوشش کریں گے بعض دل چسپ واقعات کی جانب اشارہ کریں۔

زابل کے شہری مولوی عبدالقادر کہتے ہیں: ملا مدد کے محاذ کے ایک مجاہد ملا خیر الدین نے واقعہ سنایا۔ "روس کے خلاف جہاد کے دوران ذاکری صاحب زابل آئے تھے۔ جب ہمارے جہادی مرکز پر آئے تو یہاں دشمن نے حملہ کر دیا۔ اکثر مجاہدین پہاڑوں میں روپوش ہوگئے۔ مگر ذاکری صاحب نے ایک بڑی چٹان کی آڑ لے کر روسی طیاروں پر کلاشنکوف سے فائرنگ شروع کر دی۔ مقامی جہادی ذمہ دار مولوی عصمت اللہ نے کہا: شیخ صاحب! گن کی گولیاں طیارے تک نہیں پہنچتیں۔ خدانخواستہ آپ کو کوئی نقصان پہنچ جائے۔" شیخ صاحب نے جواب دیا: "خاموش رہو، گولی کا پہنچانا ہم اور آپ پر لازم نہیں ہے۔ وہ مالک کوئی اور ہے۔ ہم پر صرف کافروں کو نشانہ بنانا فرض کیا گیا ہے۔" شیخ صاحب کے خاندان کے افراد اور قریبی متعلقین کے مطابق انہیں اللہ تعالی نے تقوی اور توکل کے ساتھ شجاعت اور زُہد کی صفت سے بھی خوب نوازا تھا۔

انہوں نے ساری زندگی اپنا جہادی موقف پوری جرأت سے بیان کیا۔ وہ خود فرماتے کہ "یہ اللہ تعالی کا احسان ہے میرا دل ایمان پر اتنا مطمئن ہے کہ دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت اور حکومت سے ذرہ برابر خوف محسوس نہیں ہوتا۔ نہ انہیں کسی کے پر جتنی حیثیت دیتا ہوں۔ میرا اس پر ایمان ہے کہ خدا ایک ہے اور اس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے۔ کائنات کے فیصلے صرف اور صرف اللہ تعالی کے تصرف میں ہیں۔ موت وحیات، عزت و ذلت، تکلیف، راحت اور زندگی کی تمام کیفیات کا اختیار صرف اللہ تعالی کے پاس ہے۔"

شیخ صاحب میں دنیا سے بے پروائی بھی خوب بھری ہوئی تھی۔ وہ منصب، حکومت اور کرسی کی نہ صرف یہ کہ محبت نہیں رکھتے تھے، بلکہ نفرت اور بیزاری کا اظہار کرتے تھے۔ گزشتہ 35 سالوں میں افغانستان میں مختلف حکومتیں آئیں اور چلی گئیں۔ اس دوران ہر شخص نے حکومت سے کچھ نہ کچھ حاصل کیا۔ مگر شیخ صاحب نے آخر تک غربت کی زندگی بسر کی۔ انہیں بار بار موقع ملا اور امتحانات میں گرے، مگر اللہ تعالی نے انہیں آزمائشوں میں سرخرو کر دیا۔ وہ فرماتے تھے کہ "اگر میں دولت اور سونا جمع کرنا چاہتا تو سونے کی اینٹیں جمع کر لیتا۔" مگر انہوں نے آخر تک غربت کی زندگی کو ترجیح دی۔ 1431ھ تک کسی اور شخص کے ایک معمولی مکان میں گزارہ کرتے رہے۔ اسی سال انہیں "کوئٹہ شال درہ" کے مہتمم شیخ الحدیث حافظ عبدالواحد صاحب کی جانب سے سبزل روڈ کوئٹہ میں ذاتی زمین ہدیہ کی گئی۔ قاری غلام حضرت صاحب، جو اصلاً قندہاری تھے اور اس وقت کوئٹہ میں مقیم تھے، انہوں نے اسی زمین پر مدرسہ اور گھر تعمیر کر کے دیا۔ آخری دور میں وہ اسی گھر میں منتقل ہوگئے۔ پھر شہادت تک وہیں رہے۔

شیخ صاحب کی خوب صورت یادیں اور باتیں بہت زیادہ ہیں، مگر تحریر کی طوالت آڑے آتی ہے.....

دیوانے گزر جائیں گے ہر منزلِ غم سے
حیرت سے زمانہ انہیں تکتا ہی رہے گا
آتی ہی رہے گی تیرے انفاس کی خوش بو
گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا

شہید زوی

عراق: امریکی فوج کے دوبارہ آنے کے ارادے و مقاصد

دولت اسلامیہ نے نومبر کے آخری 15 دنوں میں مقامی لوگوں کے تعاون سے صدام حسین کے آبائی شہر تکریت اور شمال کے کچھ دیگر چھوٹے شہروں اور دیہاتوں کا کنٹرول حاصل کیا ہے۔ ان شہروں میں کئی حکومتی فوجی مارے یا زندہ گرفتار کیے گئے۔ دیگر بڑے یا چھوٹے مراکز کے فوجی عوامی لباس میں فرار ہوگئے۔ تمام فوجی وسائل حتیٰ کہ فوجی یونیفارم تک اپنے مراکز میں چھوڑ گئے ہیں۔ جو کہ اب دولت اسلامیہ کے ہاتھ آگئے ہیں۔ مذکورہ شہروں اور علاقوں پر قبضے کے بعد 23 نومبر کو دولت اسلامیہ نے ایک اور شہر "تل عفر" پر قبضہ کی کوشش کی، مگر اس میں کامیابی نہ مل سکی۔ بغداد انتظامیہ نے کہا ہے کہ داعش کے جنگجوؤں نے فوج سے اسلحے کا ایک بڑا ڈپو قبضے میں لیا ہے۔ اس ڈپو میں جو بھاری اور ہلکا اسلحہ ان کے ہاتھ آیا ہے، تل عفر کے حملے میں وہ اسلحہ استعمال کیا گیا ہے۔ شہر کا مرکزی ہسپتال زخمیوں سے بھر گیا ہے اور ان میں مزید زخمیوں کے داخلے کی جگہ نہیں رہی ہے۔

بغداد انتظامیہ نے دعویٰ کیا ہے کہ مذکورہ شمالی شہروں کے تازہ حملوں میں سیکڑوں مخالفین مارے گئے ہیں، مگر اس دعوے کی تصدیق آزاد ذرائع سے نہیں ہوسکی اور نہ ہی حکومت اپنے کسی مخالف کی ہلاکت کا کوئی ثبوت پیش کرسکی ہے۔ جی ہاں! اس کے برعکس دولت اسلامیہ کے جنگجوؤں نے جنگوں میں زندہ گرفتار ہونے والے فوجیوں کی اجتماعی ہلاکتوں کی تصاویر شایع کی ہیں۔ تصاویر میں دکھایا گیا ہے کہ بہت سے گرفتار فوجیوں کے ہاتھ پشت پر باندھے گئے ہیں۔ انہیں قطار میں ایک کھائی کے کنارے کھڑا کیا گیا ہے اور نقاب پوش کمانڈر کے جنگجو ساتھی انہیں نشانہ بنارہے ہیں۔

دولت اسلامیہ آہستہ آہستہ بغداد کی جانب بڑھ رہی ہے۔ بغداد کا قبضہ عراق میں ایک بڑا ہدف ہے۔ اس پر قبضے کا خیال بھی ابھی بہت دور ہے۔ حالات کو دیکھتے ہوئے مختصر وقت میں بغداد پر قبضہ بہت مشکل نظر آتا ہے۔ مگر بغداد میں بے چینی بہت پھیلی ہوئی ہے۔ غذائی اجناس اور دیگر ضروری چیزوں کی قیمتیں بہت بڑھ گئی ہیں۔ بغداد کے شہری فوج کے حوالے سے بداعتمادی کا شکار ہیں۔ انہیں فوج میں مجاہدین سے مقابلے کی طاقت نظر نہیں آتی۔ عوام میں یہ خوف دن بدن بڑھ رہا ہے کہ کسی دن بغداد پر بھی داعش کا زوردار حملہ ہوگا اور شہری بڑے جانی ومالی نقصان کا شکار ہوجائیں گے۔ دولت اسلامیہ کی نئی پیش قدمی کے ساتھ دشمن کی جانب سے بھی کچھ نئے اقدامات کیے گئے ہیں۔ داعش کے خلاف امریکا کی قیادت میں بننے والے اتحاد میں کینیڈا بھی شامل ہوگیا ہے۔ ذرائع ابلاغ پر یہ خبر شایع کی گئی ہے کہ کینیڈا کے طیاروں نے پہلی بار عراق میں داعش کے ٹھکانوں پر بمباری کی ہے۔ بعد میں کینیڈین وزیر دفاع "راب نکلسن" نے بھی اعتراف کیا ہے کہ ان کے جنگی طیاروں نے داعش کے مراکز پر بمباری کی ہے۔ انہوں نے کہا: کینیڈین فضائیہ کے "سی ایف" جنگی طیاروں نے اپنے اتحادیوں سے رابطے کے بعد فلوجہ میں داعش کے مراکز کو لیزر گائیڈڈ بموں سے نشانہ بنایا ہے، مگر جانی نقصانات کے حوالے سے معلومات نہیں مل سکیں۔

ایک ماہ قبل کینیڈین پارلیمنٹ نے داعش کے خلاف بننے والے اتحاد میں شمولیت کی منظوری دے دی تھی تو اس کے بعد جنگ میں اس ملک کی عملی شرکت کی خبر کوئی اہم خبر نہیں ہے۔ جس بات نے دنیا بھر کی توجہ اپنی جانب کھینچی ہے، وہ عراق میں امریکی فوج کی دوبارہ آمد ہے۔ امریکا نے داعش کے مقابلے کے لیے عراقی فوج کو مشورے دینے کے بہانے پہلے ہی سے بغداد اور الانبار میں 15 سو فوجی بٹھادیے ہیں۔ اب عراقی وزیراعظم حیدر العبادی پر دباؤ ڈالا جارہا ہے کہ کئی دیگر امریکی فوجیوں کو عراق میں داخلے کی اجازت دی جائے۔ نام ظاہر نہ کرنے کی شرط پر عراقی پارلیمنٹ کے ایک رکن نے "الیوم الثانی" نامی ایک عرب میڈیا گروپ کو بتایا ہے کہ عراقی وزیراعظم حیدر العبادی امریکی دباؤ کا سخت شکار ہے کہ مشاورین اور کنسٹریکٹر کے نام پر مزید امریکی فوجیوں کو عراق آمد کی اجازت دی جائے۔

سوال یہ ہے کہ وہ امریکا، جو عراق میں ایک طویل اور اعصاب شکن جنگ میں جانی ومالی نقصانات اٹھانے کے بعد شرمناک جنگ روک کر چلا گیا تھا۔ اب یہاں ایک بار پھر اپنی فوج بھیجنے اور ممکنہ طور پر زمینی جنگ لڑنے کو کیوں تیار

ہے؟ اس سوال کا جواب کوئی گہرا فلسفہ نہیں ہے، نہ اتنا مشکل کہ اس کے لیے سوچ وفکر کی ضرورت پڑے اور نہ یہ کہ اس سے کسی کو اختلاف کرنے کی ضرورت پڑے گی۔ بس سیدھی سی بات یہ ہے کہ امریکا دنیا کا سب سے بڑا خود غرض، جارح اور قابض ملک ہے۔ اس کا ہر اقدام اور ہر فیصلہ استعماری مقاصد کے حصول کے لیے ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ امریکا دنیا بھر میں ہر دوسرے ملک سے زیادہ تیل درآمد کرنے اور خرچ کرنے والا ملک ہے۔ امریکی فوج دنیا کے ہر دوسرے ملک کی فوج سے زیادہ تیل خرچ کرتی ہے۔ امریکی وزارت دفاع کے تیل کے مصارف کا دیگر ممالک سے تقابل کیا جائے تو وزارت دفاع 35 مقامات پر موجود ہے۔ یعنی 34 بڑے ممالک کے علاوہ دنیا کے دیگر کسی ملک کے تیل کے مصارف امریکی وزارت دفاع کے مصارف تک نہیں پہنچتے۔ آپ اندازہ لگائیں کہ امریکی وزارت دفاع نے صرف 2003 میں 110 کروڑ ڈالر کا تیل درآمد کیا گیا تھا۔

اس کے ساتھ ساتھ تیل امریکا کی بہت بڑی مجبوری ہے۔ پوری دنیا کی صنعت وتجارت میں تیل کا مرکزی کردار ہے۔ دنیا میں ڈالر کی قدر بھی اس لیے ہے کہ اسی سے تیل کی لین دین ہوتی ہے۔ اس لیے امریکا کی تجارت اور خارجہ پالیسی میں تیل کا کردار مرکزی ہے۔ دنیا بھر میں امریکا کی جنگ تیل اور گیس کے ذخائر کے حصول کے لیے ہے۔ تیل کے ذخائر پر امریکا کا قبضہ جتنا کمزور ہوگا، اتنا ہی امریکی حیثیت کو نقصان ہوگا۔ ڈالر کی قدر میں کمی آئے گی۔ اور یورو اور چین کی کرنسی یوآن سے تیل کی قیمت بندھ جانے کا خطرہ پیدا ہوگا۔ اس لیے امریکا نے انہیں علاقوں میں جنگیں شروع کی ہیں، جہاں تیل اور گیس کے وسیع ذخائر ہیں۔ افغانستان پر جارحیت کے دیگر اہداف کے ساتھ ساتھ ایک اور بڑا ہدف یہ تھا کہ خود افغانستان اور وسطی ایشیا کے تیل کے بڑے ذخائر امریکا کے قبضے میں ہیں۔ مگر عراق عالمی سطح پر دوسرا بڑا ملک ہے، جہاں تیل کے بڑے ذخائر موجود ہیں۔ تیل کے ذخائر سے بہت کم قیمت میں تیل نکالا جاسکتا ہے اور وسطی ایشیا کی بہ نسبت عالمی مارکیٹ کے انتہائی قریب ہے۔ اس لیے افغان جنگ کے انتظار سے قبل امریکا نے اسی ملک پر جارحیت کی اور صدام حکومت کا خاتمہ کیا۔ اپنی مرضی کی حکومت قائم کی۔ اپنی فوج کو مستقل قیام دیا اور نہ صرف عراق، بلکہ پورے مشرق وسطی کے تیل کے ذخائر پر قبضہ کرنے کے لیے یہاں بیٹھ گیا۔ کیوں کہ یہی پوری دنیا پر غلبے کا باعث ہوگا۔ عراق میں بڑے اڈوں کی تعمیر اسی بات کی دلیل ہے۔

چوں کہ عراق میں امریکا اور اتحادیوں کو مجاہدین کی بڑی مزاحمت کا سامنا ہے اور انہیں بہت زیادہ جانی ومالی نقصانات اٹھانے پڑے، اس لیے انہیں اپنے سارے منصوبے کامیاب ہوتے نظر نہ آئے۔ عراق میں بہ ہر حال انہیں اپنی 5 لاکھ کٹھ پتلی فوج بنانے میں کامیابی مل ہی گئی ہے۔ امریکا کا خیال تھا کہ ان کی بنائی ہوئی فوج مجاہدین کا مقابلہ بہت آسانی سے کرسکے گی، جن میں اکثریت شیعہ ہیں۔ اس لیے اپنی فوج عراقی شہروں سے نکال دی۔ امریکیوں کے مطابق عراقی شہروں سے نکلے ہوئی فوجی اپنے ممالک کو پہنچ گئے ہیں، صرف 16 ہزار فوجی عراق میں اپنے سفارت خانے اور امریکی اڈوں میں موجود ہیں۔ امریکا نے یہ سب کچھ اس لیے کیا تاکہ ان کے اہداف پورے ہوجائیں اور ان کے جانی نقصانات کا سلسلہ رک جائے۔ امریکا اور اتحادیوں کے ہاتھوں بنی فوج امریکی مفادات کی وفادار تھی تو امریکا اپنے منصوبے میں بڑی حد تک کامیاب تھا۔ مگر شومئی قسمت! عراق میں دولت اسلامیہ اٹھنے لگی۔ اس کے مقابلے میں عراقی فوج شکست کھاگئی۔ اس نے بڑے بڑے شہر، بہت سی عسکری تنصیبات اور تیل صفائی کے مراکز پر قبضہ کرلیا۔ اس طرح عراقی فوج کی تشکیل کے لیے امریکا کی تمام کوششیں اور اخراجات ضائع ہوگئے۔

عراق میں امریکا کا سارا سرمایہ چوں کہ خطرے کا شکار ہوگیا ہے، اس لیے دولت اسلامیہ کے خلاف کئی مغربی اور عرب ممالک کا اتحاد قائم کرکے فضائی حملے شروع کیے گئے۔ جب فضائی حملوں نے دولت اسلامیہ کا راستہ نہ روکا تو امریکا دولت اسلامیہ کی پیش رفت روکنے کی ایک اور ناکام کوشش کر رہا ہے۔ وہ عراقی فوج کے ہارے ہوئے حوصلے کو پھر سے زندہ کرنا چاہتا ہے۔ چاہے جس قیمت پر بھی ہو، وہ انہیں دولت اسلامیہ کے مقابلے کے لیے تیار کرنا چاہتا ہے۔ اس لیے وہ جنگ کے اگلے مورچوں تک جارہا ہے تاکہ عراقی فوج کو اپنی پشت پر امریکی فوج کی موجودگی کا حوصلہ ملتا رہے اور وہ پورے اعتماد سے دولت اسلامیہ کے خلاف لڑیں۔ یہ امریکا کی ناکام کوشش ہے۔ کٹھ پتلی فوج کو اس سے کوئی حوصلہ نہیں ملے گا۔ اس کے برعکس مجاہدین کے حوصلے اور بڑھ جائیں گے۔ عوام میں ان کی حمایت میں اضافہ ہوجائے گا۔ ملک سے باہر مسلمانوں میں ان کی محبت بڑھ جائے گی۔ اس کے ساتھ فتوحات کا سلسلہ اور بھی زیادہ ہوجائے گا۔ دنیا کے سامنے امریکی پالیسیوں کی ناکامی مزید کھل جائے گی۔ یہ بات یقینی ہوگی کہ امریکا کا حرص بڑھ رہا ہے۔ جارحیت کا فیصلہ اُسے غلطی پر غلطی کرنے پر مجبور کر رہا ہے۔ اس لیے وہ ایک سوراخ سے بار بار ڈسا جارہا ہے۔

معتدل اسلام کے نعرے اور امریکی مفادات

عبید تنویر

حالیہ دنوں میں سعودی عرب کی جانب سے کابل کے علاقے "مرنجان تپی" کے ساتھ ایک بڑے اسلامی اور ثقافتی مرکز کی تعمیر کا افتتاح کیا گیا ہے۔ اس کی تعمیر پر تقریباً 100 ملین ڈالر لاگت آئے گی۔ ظاہری طور پر تو ہر مسلمان کو ایسے مذہبی اور اسلامی ملک کی سرپرستی میں تعمیر کیے جانے والے مراکز پر خوش ہونا چاہیے۔ پھر افغانستان جیسے ملک میں، جہاں ہر طرف اسلامی شعائر پر حملے ہو رہے ہوں، امریکا نے ہر اسلام دشمن قوت کو افغانوں کے مذہبی عقائد کو انسانی حقوق اور مختلف نعروں سے ٹھیس پہنچانے کی کھلی چھوٹ دے رکھی ہے، اور زیادہ خوش ہونا چاہیے۔ طبعی طور پر تو اس طرح کے بڑے اسلامی مرکز کی تعمیر کی خبر افغان عوام کے لیے کسی خوش خبری سے کم نہیں، کیوں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ مذکورہ مرکز سعودی عرب کے تعاون سے تعمیر کیا جا رہا ہے۔ جب سعودیہ اس مرکز پر لاکھوں ڈالر خرچ کر رہا ہے تو یقیناً افغان عوام کے دینی مفاد میں ہی اتنا بڑا اقدام اٹھایا جا رہا ہو گا۔

لیکن جو مقصد مرکز کا افتتاح کرنے والوں کی طرف سے سامنے آیا ہے اور کابل کے جمہوری اور درباری مبلغین نے جس انداز میں اس کی تشریح کی ہے، وہ اس مرکز اور اس کے نام سے تضاد کی چغلی کھاتا ہے۔ کابل کا ادارۂ حج و اوقاف، جس میں اکثر جامعہ ازہر مصر کے فضلاء ہیں، کہتے ہیں کہ مذکورہ مرکز ایک معتدل اور میانہ رُو اسلام کا مظہر ہو گا۔ اُس اسلام کی اشاعت کا راستہ وہی روکے گا، جو لوگوں کو بنیاد پرستی اور شدت پسندی کا درس دیتا ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ افغانستان میں کابل کے مبلغین اسلام میں کس بنیاد پرستی اور شدت پسندی کا ذکر کر رہے ہیں؟ جسے یہ لوگ "مرنجان تپی" کے اسلامی اور ثقافتی مرکز کے ذریعے ختم کرنے کے درپے ہیں۔ افغان عوام تو بالکل شدت پسند نہیں تھے اور نہ اب ہیں۔ ان کی اکثریت ایک مقدس دینی راہ کی پیروکار ہے۔ مسلکی لحاظ سے سب فقہ حنفی پر عمل پیرا ہیں۔ فقہ حنفی تو اللہ تعالیٰ کے احکامات اور رسول اللہ ﷺ کے فرامین سے سورج کی مانند چمکتی ہے، جو اعتدال، برداشت اور انسانیت کے احترام جیسے موضوعات کا خزانہ ہے۔ پھر وہ کون سی مجبوری ہے، جو ازہر کے فضلاء کو اس بات پر اکساتی ہے کہ وہ افغان عوام کو ایک نئے اور معتدل دین کی دعوت دیں یا ان کا ہدف افغانوں کی اس ذہنیت، رویے اور جدوجہد کو دبانا ہے، جو وہ غیر ملکی جارحیت پسندوں اور اسلام دشمن اقدامات کرنے والوں کے خلاف کرتے آرہے ہیں۔ ہو سکتا ہے وہ امریکا اور نیٹو کی متحدہ جارحیت کے مقابلے میں اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرنے والوں کو شدت پسند اور انتہا پسند کا نام دیتے ہوں۔ پھر یہ بات مزید واضح ہو گئی کہ اس مرکز کے پس پردہ کون سے عوامل کارفرما ہیں! یعنی یہ مرکز نہ ہوا، بلکہ سازشوں کا جال ہوا۔

ہم کہہ سکتے ہیں کہ معتدل اسلام کے یہ مبلغین، جو کابل حکومت کو کھوکھلے نعروں سے مذہبی اور دینی رنگ میں پیش کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔ ان کا خاص ہدف یہ ہے کہ پہلے اقدام میں اسلامی اقدار کو مغربی تہذیب کے قریب لایا جائے۔ دوسرے مرحلے میں ان مغربی افکار کو اسلامی شکل دے کر افغانوں کے سامنے پیش کیا جائے۔ جیسے اسلامی جمہوریت، اسلامی پارلیمنٹ، اسلامی انسانی حقوق، اسلامی جمہوری انتخابات اور اسلامی آزادی وغیرہ۔ اسی طرح ان "میانہ رُو" اور "معتدل مراکز" میں ضرور یہ درس دیا جا رہا ہو گا کہ ایک اسلامی ملک میں کسی کافر ملک کی فوجی قوت کی موجودگی میں کوئی شرعی حرج نہیں۔ اسٹریٹجک معاہدے پر دستخط ضروری ہیں۔ جان کیری کی بنائی ہوئی "وحدت ملی حکومت" کے خلاف جدوجہد کو بغاوت کہا جائے گا۔ مردوں اور عورتوں کا اختلاط کوئی جرم نہیں۔ مقدس مقامات کے خلاف میڈیا کی ہرزہ سرائی کو "آزادیٔ اظہار رائے" کا نام دیا جائے گا۔ پھر یہ دلیل بھی دی جائے گی کہ اللہ تعالیٰ یہ سب دیکھ رہا ہے اور اللہ ہی اپنے دین کا محافظ ہے۔

بھائیو اور بہنو!

اسلام ایک دین ہے، جس کی اچھی تعبیر صرف مسلمان ہی کر سکتے ہیں۔ جو لوگ معتدل اسلام کے نام پر کھوکھلے نعرے لگا رہے ہیں، یہ سب امریکی اور مغربی سازشیں ہیں، جو اسلامی نام سے مسلمانوں کے سامنے پیش کی جا رہی ہیں۔ جس کا خاص ہدف اسلام کی وحدت کو تار تار کرنا اور لوگوں کا دینِ اسلام اور شریعتِ محمدی کے درمیان فاصلے بڑھانا اور ان کے درمیان تفرقہ ڈالنا ہے۔

آپ خود اندازہ لگائیں افغانستان میں تقریباً 14 سال سے امریکا کی جارحیت جاری ہے۔ 3 لاکھ افغانوں کا خون بہایا جا چکا ہے۔ 20 لاکھ افراد کسمپرسی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ دنیا میں وہ بڑے اسلامی مراکز اور جامعات، جن کی پیشانی اسلام کی روشنی سے جگمگا رہی ہے، آج تک ان مراکز سے یہ آواز نہیں اٹھی کہ امریکا نے افغانستان میں ظلم و ستم کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ اب یہ ظلم بند ہونا چاہیے۔ بلکہ وہی دینی جامعات اپنے وفد یہاں بھیج کر امریکا کے خلاف برسرپیکار مجاہدین کو جنگ سے دست برداری، امن اور مذاکرات کے ذریعے اپنی مشکلات حل کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ افغان اس مبارک دین کے پیروکار ہیں، جو اسلام کے عظیم پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ہم تک پہنچایا ہے۔ جو غیرت، شہامت اور اسلامی احکامات پر عمل اور ضرورت کے وقت اپنی جان کی قربانی دینے کا نام ہے اور بس۔ جو لوگ افغانوں کو معتدل اور میانہ رو اسلامی ناموں سے دھوکہ دینے کی کوشش کر رہے ہیں، ہم بھی سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ اپنا وقت اور پیسہ دونوں ضائع کر رہے ہیں۔ اپنے ملک اور وقار کو عالم اسلام کی نظروں میں داغ دار کر رہے ہیں!!!

امریکی زوال کی پیش گوئیاں

فرہاد اثل

سال 2020 تک امریکا موجودہ شکل میں نہیں رہے گا۔ یہ پیش گوئی مغرب کے سب سے ممتاز سیاسی تجزیہ کار جان کالٹنگ نے اپنی کتاب THE FALL OF US EMPIRE میں کی ہے۔ جان کالٹنگ دنیا بھر خصوصاً مغرب میں ایک مفکر، ذہین وہوشیار رائٹر اور عالمی شہرت واہمیت رکھنے والے مصنف کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔

جس چیز کی وجہ سے انہوں نے عالمی شہرت پائی ہے، وہ ان کی کچھ پیش گوئیاں ہیں، جو سچی ثابت ہوئی ہیں۔ اسی کی دہائی میں سوویت یونین کے حوالے سے انہوں نے پیش گوئی کی تھی کہ نوے کی دہائی میں سوویت یونین بکھر جائے گا اور کئی ممالک اس سے الگ ہو کر نئی جنم لیں گے۔ دنیا نے دیکھا کہ سوویت یونین واقعی تباہ ہو گیا اور دنیا کے کئی ممالک اس سے الگ ہو کر آزاد ہو گئے۔ انہوں نے دوسری پیش گوئی یہ کی تھی کہ اکیسویں صدی میں عربوں کی آمرانہ حکومتیں گرادی جائیں گی۔ آج کل عرب ممالک کی حالت ہمارے سامنے ہے۔ جان کالٹنگ نے دیوار برلن کے حوالے سے بھی پیش گوئی کرتے ہوئے کہا تھا کہ مشرقی اور مغربی برلن پھر سے ایک ہو جائیں گے اور برلن کی دیوار گر جائے گی۔ بعد میں دنیا نے مشرقی اور مغربی برلن دونوں ایک ہوتے ہوئے دیکھا۔ حال ہی میں جان کالٹنگ نے ایک اور پیش گوئی کی ہے۔ وہ لکھتا ہے 2020 تک امریکا موجودہ شکل میں نہیں رہے گا دنیا بھر کے سنجیدہ طبقے اس پیش گوئی کو نظر انداز نہیں کرتے۔ اسے حیرت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ عالمی امور کے ماہرین اور تجزیہ کار جان کالٹنگ کے اس نظریے کے محرکات اور دلائل کی تلاش میں ہیں۔ وہ اس سلسلے میں امریکا کی ظالمانہ جنگی پالیسیوں اور خود امریکا کے اندر سفید فاموں اور سیاہ فاموں کے ٹکراؤ کو قوی اور واضح محرکات کی شکل میں دیکھ رہے ہیں۔ اس کو دیکھتے ہوئے جان کالٹنگ کے نظریے کو نظر انداز نہیں کر رہے، بلکہ اس پر غور وخوض کر رہے ہیں۔

امریکا بڑے عرصے سے ساری دنیا کی فتح کا خواب دیکھ رہا ہے۔ اس کے لیے وہ عملی جنگ میں مصروف ہے۔ اس سے قبل بھی کئی ممالک جاپان، ویت نام، روس، لیبیا، فلسطین، اردن، چین، صومالیہ، شام، شمالی کوریا، مصر، سوڈان، انڈونیشیا، عراق اور افغانستان ایسے ممالک ہیں، جو یا تو براہ راست امریکی جارحیت کا نشانہ بنے ہیں یا سیاسی مداخلت کے ذریعے امریکی مظالم کا شکار ہوئے ہیں۔ خلیج ٹائمز میں چھپنے والی رپورٹ کے مطابق امریکا کے توسیع پسندانہ عزائم کی وجہ سے دنیا بھر کی آبادی کے چار حصے امریکی پالیسیوں سے نفرت کرتے ہیں۔ امریکا کی اندرونی آبادی کا بڑا حصہ امریکا کے ظالمانہ جرائم کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتا۔

امریکا میں حالیہ علیحدگی پسند تحریکوں کا اٹھنا بھی امریکی پالیسیوں کا ردعمل ہے۔ جان کالٹنگ کی پیش گوئی کے مطابق 2020 تک یہ تحریکیں امریکا کی جغرافیائی تبدیلیوں میں اہم کردار ادا کریں گی۔ 2012 میں اوباما کے دوبارہ صدر بننے پر لوزیانا ریاست کے 13 ہزار افراد نے امریکا سے علیحدگی کے لیے عدالت کو درخواست دی تھی۔ انہوں نے امریکا سے الگ ملک کے طور پر اپنے لیے ریاست کی علیحدگی کا مطالبہ کیا۔ لوزیانا کے لوگوں کے مطالبے کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ دیگر ریاستوں میں بھی امریکا سے آزادی کی آوازیں اٹھنے لگیں۔ عدالتوں کو درخواستیں دی جانے لگیں۔ اب تک وہائٹ ہاؤس سے آزادی کا مطالبہ کرنے والے ریاستوں کی تعداد 27 ہو گئی ہے۔ امریکی آئین کے مطابق جو بھی ریاست آزادی مانگے اور ایک ماہ کے دوران اس ریاست کے 25 ہزار افراد آزادی کے مطالبے پر دستخط کر دیں تو امریکی صدر کی ذمہ داری ہے کہ ان کے مطالبے پر غور کرے۔ اس شرط کو پورا کرنے کے لیے کوششیں جاری ہیں۔ جن ریاستوں میں آزادی کی تحریکیں چل رہی ہیں، وہاں دستخطوں کی کمپین تکمیل کے قریب ہے۔ بڑی تعداد میں لوگ امریکا سے اپنی ریاستوں کی آزادی کے لیے ایک دوسرے کو تیار کر رہے ہیں تاکہ آئندہ کسی مہینے میں دستخط مہم کا سلسلہ شروع کیا جاسکے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ امریکا کے اکثر لوگ حکومتی پالیسیوں کے مخالف ہیں۔ آزادی پسندوں کا اعتراض ہے

بقیہ صفحہ نمبر 35 پر ملاحظہ فرمائیں۔

4073

شکور شفق

قابض افواج کی معاہدہ مخالفت؟

مغربی ذرائع ابلاغ میں سال بھر یہ خبریں گردش کرتی رہیں کہ امریکی واتحادی افواج دسمبر 2014ء کے آخر تک افغانستان سے نکل جائیں گی۔ یہ سال امریکی افواج کے انخلا کا ہے۔ امریکا مزید افغانستان میں اپنا جانی ومالی نقصان اٹھانے کے حق میں نہیں۔ ٹاک شو کے دوران نام نہاد دانشور کہتے تھے کہ اگر امریکا کے ساتھ سیکورٹی معاہدہ نہ ہوا تو تمام امریکی فوجی افغانستان سے نکل جائیں گے اور ترقیاتی منصوبوں کا کام ادھورا رہ جائے گا۔ اگر اس معاہدے پر دستخط ہوں تو افغان آرمی کے اہل کاروں کو فوجی تربیت دینے کی غرض سے 9800 امریکی فوجی افغانستان میں رہ جائیں گے اور اختیارات بھی افغان حکام کے سپرد کیے جائیں گے۔

لیکن گزشتہ دنوں امریکا کے وزیر دفاع چیک ہیگل نے کابل کا ایک غیر اعلانیہ دورہ کیا اور ایک نیوز کانفرنس کے دوران اعلان کیا کہ امریکا نے اپنا منصوبہ تبدیل کر لیا ہے۔ اب امریکی فوجی 2015ء میں بھی افغانستان میں تعینات رہیں گے اور اس کے بعد پہلے سے اعلان کردہ تعداد سے ایک ہزار زائد یعنی 10800 فوجی افغانستان میں رہیں گے۔ ان کا کہنا تھا کہ 2016ء میں 5500 امریکی فوجی افغانستان میں موجود رہیں گے اور 2017ء میں امریکی فوجی امریکی سفارت خانے تک محدود ہو کر موجود رہیں گے۔ بین الاقوامی افواج کے انخلا کے بعد بھی ایک معاہدے کے تحت 12 ہزار سے زائد امریکی اور دیگر نیٹو فوجی افغانستان میں سیکورٹی فورسز کی تربیت کے لیے تعینات رہیں گے۔

افغان عوام کو ورغلانے کے لیے امریکی حکام ہمیشہ یہ کہتے ہیں کہ معاہدے کے تحت جو امریکی فوجی افغانستان میں تعینات رہیں گے، وہ عسکری امور میں حصہ نہیں لیں گے، بلکہ صرف افغان فورسز کی تربیت کے فرائض انجام دیتے رہیں گے۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ یہ محض کہنے کی باتیں ہیں۔ امریکا اس لیے افغانستان آیا تھا کہ وہ یہاں قتل عام کرے اور افغان عوام کی اسلامی تشخص اور ملی غیرت ختم کرے۔ عسکری ماہرین کا کہنا ہے کہ شاید ان باتوں سے امریکا کا مقصد یہ ہے اگر امریکی اور اتحادی طالبان کے ہاتھوں شکست سے دوچار ہوئے تو ناکامی کا ذمہ دار افغان فورسز کو ٹھہرایا جائے گا۔ اس طریقے سے شکست کی رسوائی سے خود کو بچائیں گے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ امریکا نے عالمی سطح پر معاہدے کی خلاف ورزی کیوں کی؟ پوری دنیا کے سامنے سیکورٹی معاہدہ کیا اور پھر خود اس معاہدے کو توڑ دیا۔ یہ حقیقت ہے کہ امریکا نے کبھی بھی معاہدے کی پاس داری نہیں کی۔ کیوں کہ اسے اپنا مفاد عزیز ہے۔ وہ اپنے مفادات کی خاطر کچھ بھی کر سکتا ہے۔ وہ عوام کو ورغلانے کے لیے اس طرح معاہدے کرتا ہے اور پھر مکر جاتا ہے۔ ماضی میں اس طرح معاہدے توڑنے کی بہت مثالیں موجود ہیں۔ امریکا سے معاہدے کی پاس داری کی توقع رکھنا دیوانے کا خواب ہی ہو سکتا ہے۔

امریکا نے افغان عوام کے ساتھ بھی وعدہ خلافی کا معاملہ کیا، جو معاہدے ان دونوں ممالک کے درمیان ہوئے تھے اور جو وعدے امریکیوں نے افغانستان کے ساتھ کیے تھے، وہ محض وعدے ہی رہے۔ امریکا نے معاہدے کی خلاف ورزی کر کے اپنے ماتھے پر بدنامی کا ایک اور دھبہ لگا لیا ہے۔ اس کا اصل چہرہ بے نقاب ہو گیا ہے۔ افغان عوام مزید اس کی باتوں، معاہدوں اور وعدوں پر بھروسا نہیں کریں گے۔ بلاشبہ امریکا نے 46 ممالک کے ساتھ مل کر 2001ء میں افغانستان پر حملہ کیا۔ امریکا نے اس لیے افغانستان پر لشکر کشی نہیں کی کہ وہ اپنے اہداف کو پورا کیے بغیر آسانی سے یہ ملک چھوڑ کر چلا جائے! امریکا طویل مدت تک افغانستان میں رہنے کی غرض سے آیا ہے۔ اس کی نظر میں اہداف باقی ہیں۔ مغربی ممالک میں اس کو مقدس جنگ کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ان کے چرچوں میں اس جنگ کو مقدس مذہبی جنگ کا نام دیا گیا ہے، جو اسلام کے خلاف شروع کی گئی ہے۔ افغان مِن حیث القوم مسلمان ہیں۔ امریکی اور اتحادی افواج کی سرتوڑ کوششوں، اربوں ڈالر اور فوجیوں کو ضائع کرنے کے باوجود افغانوں نے دینِ اسلام کو چھوڑا، نہ ہی منسوخ عیسائی مذہب قبول کیا۔ اس لیے بظاہر ممکن نہیں کہ امریکا اور طاغوتی قوتیں جلد بازی میں افغانستان چھوڑ کر نکل جائیں گی۔ افغان عوام کو چین سے رہنے دیں گے۔ دشمنانِ اسلام ہرگز نہیں چاہتے کہ اس خطے میں چین وسکون قائم ہو سکے۔

امارت اسلامیہ نے ہمیشہ ان کی سازشوں کو بے نقاب کیا ہے اور امت مسلمہ کو ہر موقعے پر اسلام دشمن قوتوں کی خفیہ چالوں سے آگاہ کیا ہے۔ دشمنوں کو بھی واضح پیغام دیا ہے کہ ملک پر قبضے کو جتنا طول دیا جائے گا، غیور افغان بھی اس کے خلاف طویل مدت تک جہاد کرنے کے لیے تیار ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ افغان عوام جنگ سے تنگ آ کر ہار مانیں گے نہ ہی ان کی جہادی قوت اور عسکری کارروائیوں میں کمزوری آئے گی، بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کی قوت میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ ایمانی قوت سے دشمن کو دندان شکن جواب دینے کے لیے کمربستہ ہیں۔ اپنے لہو سے وطن کا دفاع کر کے دشمن سے یہ معرکہ جیت کر دم لیں گے۔ امریکی واتحادیوں کو بھی انگریزوں اور سوویت یونین کی طرح عبرت ناک سبق سکھائیں گے۔

غدار جرگہ

اسلم امید

افغان دارالحکومت کابل میں "عوامی جرگے" کے عنوان سے امریکی فرمائشی جرگے میں ایک گھنٹے تک وقت کے ضیاع کے بعد افغانستان کی فروخت اور غیور افغانوں کی تاریخ سے ناقابل معافی خیانت اور جرم کا ارتکاب کیا گیا ہے۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق امریکی جارحیت پسندوں کی مرضی اور خواہش کے مطابق کٹھ پتلی انتظامیہ نے سیکورٹی معاہدے کے برائے نام عنوان سے افغانستان کی فروخت کے معاہدے پر دستخط کر دیے ہیں۔ افغانستان فروشی کا یہ معاہدہ اشرف غنی حکومت کے قیام کے دوسرے روز کیا گیا۔ آخری اور حتمی توثیق کے لیے دکھاوے کے طور پر یہ معاہدہ بہ طور جرگہ پیش کیا گیا۔ جرگے کے 175 ارکان میں سے تین ارکان نے اپنی رائے صاف ظاہر کی۔ پانچ ارکان نے اس معاہدے کو ناروا قرار دینے کے ساتھ ساتھ اس اقدام کو افغان سرزمین اور عوام سے جفاکاری اور ظلم قرار دیا۔ انہوں نے اس معاہدے کے خلاف نعرے لگائے۔ بقیہ تمام ارکان نے کسی دانشمندانہ مباحثے اور تجزیے کے بغیر اپنی رضامندی کے اظہار کے لیے سبز کارڈ اٹھائے رکھے۔

باوثوق ذرائع کے مطابق اس اجلاس سے قبل کابل میں امریکی سفارت خانے نے جرگہ کے تمام ارکان سے مسلسل ملاقاتیں کیں۔ ان پر دباؤ ڈالے رکھا کہ وہ اس معاہدے کی توثیق کے لیے منعقد کیے گئے اجلاس میں بلاچوں وچرا اس حمایت میں ہاتھ اٹھائیں۔ تاکہ دنیا کو نظر آنے لگے کہ پارلیمنٹ کی قطعی اکثریت نے اس معاہدے کی توثیق کردی ہے۔ ذرائع نے مزید کہا کہ امریکی سفارت خانے کی جانب سے جرگے کے ارکان کے لیے کئی دن سے خصوصی دعوتوں کا اہتمام کیا گیا تھا اور سفارت خانے کے اندر ان کے ساتھ اجلاسوں کا ایک طویل سلسلہ جاری رہا۔

بات واضح ہے کہ یہ غیروں کے وفادار "عوامی نمائندے" اسی طرح کے مواقع کے لیے تراشے جاتے ہیں۔ افغانستان کے عوامی جرگے کے نام سے بنائی گئی پارلیمنٹ مکمل طور پر سی آئی اے کے ایجنٹوں سے تشکیل دی گئی ہے۔ وہاں کوئی اور گیا ہی نہیں ہے۔ ایسوں سے یہی توقع رکھی جاسکتی ہے۔ مگر ایک بات واضح ہے کہ اس طرح کے لوگوں کے کیے ہوئے فیصلے امریکا کو نجات نہیں دلا سکتے۔ ایک بات عیاں ہے کہ وہاں بیٹھے ہوئے سارے نمائندے امریکی وظیفہ خوار ہیں۔ انہیں امریکا اسی مقصد کے لیے پالتا ہے کہ جہاں امریکا اور افغانستان کے مفادات کا ٹکراؤ ہو، وہاں یہ لوگ افغانستان کے بجائے امریکا کی ترجیحات کا دفاع کریں۔ اس طرح کے لوگوں کی جانب سے کیے گئے معاہدوں کو افغان عوام دو قوموں کے درمیان ہونے والے معاہدے کی نظر سے نہیں دیکھتے۔ اسے غالب و طاقت ور اور مغلوب و محکوم کے درمیان "تم بھی راضی... ہم بھی راضی" کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ یہ آقا اور غلام کے درمیان حالات سے سمجھوتے کا معاہدہ ہے، جو قانونی اور اخلاقی لحاظ سے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

امریکا نے افغانستان پر انتہائی جدید ترین ٹیکنالوجی کے سہارے قبضہ کیا ہے۔ افغان عوام اپنی رضامندی اور اپنے ارادوں کو زبان ملنے سے محروم رہے۔ امریکا اس کے علاوہ اور بھی بہت سے اس طرح کے ظالمانہ معاہدے اور وعدے کروا سکتا ہے۔ یہ ان کے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ امریکا نے اس مقصد کی خاطر الگ افراد پال رکھے ہیں۔ انہیں افغان عوام کا نمائندہ بنا کر سامنے لایا جاتا ہے اور ان سے اس طرح کے غیر قانونی مطالبے تسلیم کرائے جاتے ہیں۔ مگر جو کچھ افغان عوام کا ارادہ اور ان کا عزم ہے، اسے دیکھتے ہوئے نمائشی اور جعلی معاہدوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ افغانوں کی مکمل اکثریت اس معاہدے کو افغان سرزمین کو بیچ ڈالنے کا معاہدہ سمجھتی ہے۔ ہر افغان فرد اس کی پرزور مذمت کرتا ہے اور جن لوگوں نے یہ معاہدہ کیا ہے، اس کے خلاف عدالتی کارروائی کا مطالبہ کرتا ہے۔ جارحیت پسندوں کو یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ اس طرح کی جعل کاریوں اور دھوکوں سے افغان عوام آزادی کی کوششوں سے دستبردار نہیں ہوسکتے۔ اس طرح کی استعماری کوششوں کو معاہدے کا نام دینا اور پھر طاقت اور مختلف حیلہ سازیوں سے اسے افغان عوام پر مسلط کرنا، ان کے لیے ٹھیک نہیں رہے گا۔ یہ بات یقینی ہے کہ اس سے عالمی سیکورٹی صورت حال کو بھی نقصان ہو گا اور ان کی مغرور کھوپڑیاں بھی خون میں لت پت ہو جائیں گی۔

جب سے یہ مردود معاہدہ ہوا ہے، اس وقت سے امریکا نے نائٹ آپریشن میں اضافہ کر دیا ہے۔ ہر رات بے سہارا افغانوں کے گھروں پر بمباری کی جاتی ہے۔ پورے ملک پر وحشت اور خوف کا راج ہے۔ راتوں کے آپریشنز کے دوبارہ آغاز کا مطلب ہے کہ جنگ جاری ہے۔ لیکن جتنی بھی وحشت اور ظلم بڑھ جائے، پھر بھی کامیاب نہیں ہوں گے۔ یہ بات یقینی ہے کہ استعمار کے مفادات کے وفادار جعلی نمائندے، افغان قوم کی آزادی کے غدار اپنے کیے کا انجام ضرور چکھیں گے۔ یہ لوگ اپنے عوام کے محاسبے سے خود کو بچا نہیں پائیں گے۔ ابھی سے مجاہدین بھائی ان کی نگرانی کریں اور ان کا تعاقب جاری رکھیں۔ جہاں بھی ہاتھ آئیں، نظر انداز نہ کریں تاکہ آئندہ اوروں کے لیے نشانِ عبرت بن جائیں۔

ہماری تہذیب، ہمارا فخر

مولوی سیال

تہذیب لغوی معنی کے لحاظ سے ایک چیز کی اچھائی اور حسن کو کہا جاتا ہے۔ اصطلاح میں اجتماعی امور میں رسوم اور عادات کی اچھائی کو تہذیب کہا جاتا ہے۔ اسلامی تہذیب دین اسلام کا ایک اہم حصہ سمجھا جاتا ہے۔ اس میں مسلمانوں کے درمیان روابط اور تعلقات ٹھیک کرنے اور اچھی زندگی گزارنے کے طور طریقے بیان کیے جاتے ہیں۔ اسلام صرف عقائد، عبادات اور معاملات کا نام نہیں، بلکہ اسلام ایسا مکمل دین ہے، جس میں کسی بھی ضروری چیز کی کمی نہیں چھوڑی گئی۔ اللہ تعالی ماں باپ سے بھی زیادہ شفیق اور مہربان ذات ہے۔ ایک مشفق کبھی بھی اپنے ماتحتوں سے اُن کے فائدے اور ضرورت کی چیز نہیں چھپاتا۔ اللہ تعالی نے قرآن کریم اور اپنے پاک پیغمبر کی زبان سے دنیاوی زندگی کے تمام قوانین اور آداب سکھائے ہیں۔ جیسا کہ "سورۃ المجادلۃ" کی دسویں آیت میں فرمایا گیا ہے: "یاایہاالذین آمنوااذاقیل لکم تفسحوافی المجالس فافسحوا یفسح اللہ لکم واذاقیل انشزوفانشزو" ترجمہ: اے مومنو! جب تم سے کہا جائے کہ اپنی مجالس میں وسعت پیدا کرو تو تم وسعت پیدا کیا کرو، اللہ تعالی تمہیں وسعت دیں گے۔ اور جب تم سے کہا جائے اٹھو تو تم اٹھ جاؤ۔

یعنی اگر تم لوگوں کو اس جگہ سے اٹھنے کا کہا جائے تو تم اٹھ جایا کرو۔ خواہ کہیں اور بیٹھنے کا کہا جائے یا وہاں سے نکل جانے کا تو تم اس پر عمل کر لیا کرو۔ اس آیت مبارکہ میں مجلس کے کچھ آداب بیان کیے گئے ہیں۔ یہ بات پہلے واضح ہو گئی ہے کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ کہیں مجلس میں بیٹھے ہوں اور کچھ اور لوگ آجائیں تو ان کے لیے جگہ بنانے کی کوشش کرو۔ دوسری بات یہ کہ اگر مجلس میں کہیں تنگ بیٹھنے سے بھی وسعت نہ آئے اور مجلس کا امیر کچھ لوگوں سے کہے کہ تم لوگ چلے جاؤ اور اپنی جگہ دوسرے لوگوں کے لیے خالی کر دو تو یہ لوگ اٹھ کھڑے ہوں اور باقی لوگ بیٹھ جائیں۔ اسی طرح احادیث کے کئی ابواب اسلامی تہذیب کے حوالے سے اسلامی شریعت احادیث نبوی کی کتابوں میں موجود ہیں۔ مثال کے طور پر کچھ احادیث آپ کے سامنے رکھیں گے۔

اول: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "جب اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کے کھاؤ تو دو کھجور ایک ساتھ نہ اٹھاؤ۔ جب تک اپنے ساتھیوں سے اجازت نہ لو۔" اس حدیث مبارکہ میں عدم اجازت کی ممانعت آئی ہے۔

دوم: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "کوئی پیاز یا لہسن کھائے تو ہماری مجلس میں داخل نہ ہو۔" اس حدیث میں لوگوں کو معمولی تکلیف دینے سے بھی منع کیا گیا ہے۔

سوم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "مہمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ میزبان کے ساتھ اتنا وقت گزارے، جس سے وہ تنگ آجائے۔" اس حدیث میں لوگوں کی تنگی کا باعث بننے سے منع کیا گیا ہے۔

چہارم: حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب مریض کی عیادت کے لیے جاؤ تو زیادہ نہ بیٹھو اور جلدی اٹھ جایا کرو۔" اس حدیث میں کتنی باریکی سے مریض کا خیال رکھا گیا ہے۔ کیوں کہ بعض اوقات مریض کے ساتھ بیٹھنا مریض کے لیے تکلیف کا باعث بنتا ہے۔ اسے کبھی پاؤں پھیلانے، سونے یا کسی سے تنہائی میں کوئی ضروری بات کہنا ہوتی ہے۔ البتہ اگر زیادہ بیٹھنے سے مریض کو راحت ہوتی ہو تو اس کا حکم الگ ہے۔

پنجم: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "جب تم ایک ساتھ کھانا کھاؤ تو اگرچہ سیر ہو جاؤ، مگر کھانے سے ہاتھ مت کھینچو۔ کیوں کہ اس سے دوسرے کھانے والے کو (اکیلا رہ جانے کی وجہ) سے شرم آتی ہے۔ اور وہ سیر ہوئے بغیر کھانا چھوڑ دیتا ہے۔" اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا کوئی کام نہ کرو، جو دوسرے لوگوں کے لیے معمولی شرمندگی کا بھی باعث بنے۔

ششم: احادیث میں آیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آئے اور دروازے پر دستک دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی: "باہر کون ہے؟" حضرت جابر رضی اللہ تعالی نے عرض کیا: "میں ہوں!" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناگواری سے فرمایا: "میں ہوں! میں ہوں!" اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے

بقیہ صفحہ نمبر 27 پر ملاحظہ فرمائیں۔

امریکا اور نیٹو کا طویل قیام، کیا یہ ممکن ہے؟!

ہارون بلخی

امریکہ نے 07/ اکتوبر 2001ء کو سفاکیت و سربریت کا مظاہرہ کرتے ہوئے 49 ممالک کے ہمراہ افغانستان پر حملہ کیا۔ طالبان کی اسلامی حکومت (امارت اسلامیہ) کو ختم کرکے اس کی جگہ اپنے کٹھ پتلی غلام حامد کرزئی کو تخت پر بٹھایا اور اس دوران ملک میں دو مرتبہ نام نہاد صدارتی الیکشن بھی کروائے گئے، جس میں دونوں مرتبہ کرزئی ملک کا صدر منتخب ہوا، جو تیرہ برس تک برسر اقتدار رہا۔ اس کے بعد امریکی نگرانی میں 2014ء کو دو مرتبہ افغانستان میں نام نہاد صدارتی انتخابات منعقد کروائے گئے، جو شدید باہمی چپقلش کا شکار بنے اور فریقین ایک دوسرے پر دھاندلی کا الزام لگاتے رہے، آخر کار امریکی صدر اوباما نے دونوں امیدواروں کو فون کیا اور اپنے ایلچی سیکریٹری خارجہ جان کیری کو مسئلہ حل کرنے کی خاطر افغانستان بھیجا، جنہوں نے دباؤ ڈال کر دونوں امیدواروں کو امریکی نگرانی میں ایک مخلوط حکومت کے قیام پر رضامند کیا، جس میں اشرف غنی صدر اور عبداللہ عبداللہ چیف ایگزیکٹیو بنے۔ صدر اشرف غنی نے جرات کا مظاہرہ کرتے ہوئے حلف برداری کے بعد امریکہ کیساتھ افغان مظلوم ملت کے قتل عام کے سند (دفاعی معاہدے) پر آنکھیں بند کرکے دستخط کیا۔

معاہدے کی رو سے 10 تا 15 ہزار امریکی اور 12 ہزار نیٹو فوجی غیر معینہ عرصے تک افغانستان میں موجود رہیں گے تاکہ اپنی کٹھ پتلی حکومت کی حفاظت کر سکیں۔ گویا حقیقت میں 2014ء کے بعد بھی افغانستان غیروں کا محکوم رہے گا۔ امریکی و نیٹو فوجی بدستور افغان فوجی اڈے اپنے تصرف میں رکھیں گے۔ نیز کسی غیر ملکی فوجی پر افغان عدالت میں مقدمہ نہیں چل سکے گا، چاہے وہ معصوم افغانوں کے خون سے ہولی کھیل ڈالے۔ یہ ہے باہمی سیکورٹی معاہدے کی اصلیت! یہ دراصل غلامی کا طوق ہے جسے کرپٹ حکمرانوں نے اپنے بے بس عوام کی گردنوں میں ڈال دیا۔

یہ انیسویں صدی کے اواخر کی بات ہے، افغانوں اور انگریزوں کے مابین لڑائی جاری تھی۔ انہی دنوں ایک 23 سالہ نوجوان انگریز، ونسٹن چرچل بھی لڑائی میں حصہ لینے ہندوستان کے پہاڑی علاقوں پر پہنچا۔ وہ مشہور برطانوی مدبر و دانشور جس نے بعد ازاں دوسری جنگ عظیم میں روزویلٹ و سٹالن کی معیت میں ہٹلر و مسولینی کو شکست فاش دی۔

افغانوں سے جنگ کرتے ہوئے چرچل کو جو تجربات ہوئے، وہ ان کی پہلی کتاب (مالاکنڈ کی داستان) میں تحریر ہیں۔ ان تجربات کا خلاصہ یہ ہے "دنیا کی کوئی طاقت افغانوں کو بزور اپنا محکوم نہیں بنا سکتی۔" دلچسپ بات یہ ہے کہ کسی استعماری قوت نے اس جہاں دیدہ برطانوی کے قول پہ دھیان نہ دیا۔ سو انگریز کے بعد روسی اور پھر امریکی افغانستان آدھمکے۔ دراصل افغانستان کی جغرافیائی ہیت کو عالمی طاقتیں حریصانہ نظروں سے دیکھتی ہیں۔ یہ ملک جنوبی ایشیا اور وسطی ایشیا کے سنگم پر واقع ہے۔

دوسری جانب امریکی مبصرین اور تجزیہ کار افغانستان میں امریکی مداخلت اور جنگ کو حماقت سے تعبیر کر رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے "عراق کے بعد افغانستان میں لشکر کشی ایک ایسی سنگین غلطی ہے جس کا خمیازہ امریکا کو اگلے 50 برس تک بھگتنا پڑے گا"۔ یوں اگر ہم ان تجزیات کو سامنے رکھیں تو اس میں کوئی شک نہیں رہتا کہ افغان جنگ کی شروعات اور طوالت امریکا کی ناقص منصوبہ بندی کا بین ثبوت ہے۔ آج 13 برس بعد امریکا کے سپر پاور کے دعوے افغانستان کے ریگستانوں میں بکھرے پڑے ہیں۔ ہزاروں اتحادی فوجیوں کے تابوت اور ناکامیوں کے تمغے بھی امریکہ کے حصے میں آئے۔ اسی طرح عسکری امور کے ماہرین افغانستان میں امریکی اور نیٹو افواج کی ناکامی پر حیرت زدہ ہیں۔ وہ یہ بات سمجھنے سے قاصر ہیں کہ عالمی سپر پاور جسے نیٹو ممالک کی بھرپور مدد حاصل ہے جدید اسلحہ اور بے پناہ مالی وسائل کے باوجود نسبتاً نہتے اور معاشی لحاظ سے کمزور طالبان کو شکست دینے میں کیوں

ناکام ہو گئی ہے۔

افغان جنگ میں ناکامی نے بینٹا گون قیادت کو پریشان کر دیا ہے۔ امریکہ کے سابق جنونی صدر جارج بش نے عراق اور افغانستان میں دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر نہ صرف لاکھوں امریکی فوجیوں کی زندگی کو داؤ پر لگا دی، بلکہ امریکہ کے خزانے کو کھربوں ڈالر کا نقصان بھی پہنچایا۔ امریکی کانگریس کی رپورٹ کے مطابق عراق اور افغانستان کا مجموعہ سالانہ دفاعی خرچ 1000 بلین ڈالر رہا ہے۔ امریکی حکومت ایک فوجی پر سالانہ 1.3 ملین ڈالر خرچ کر رہی ہے۔

افغان جنگ میں استعماری افواج کی ناکامی کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ دارالحکومت کابل میں بھی امریکہ نواز حکومت کا مکمل کنٹرول نہیں۔ مجاہدین کا اثر ورسوخ نہ صرف شمالی افغانستان میں ہے، بلکہ ملک بھر میں امریکی نفرت کی وجہ سے مجاہدین کی حمایت میں اضافہ ہو رہا ہے۔

اسٹریٹیجک اور عسکری ماہرین نے افغانستان میں غیر ملکی جارحیت کے خلاف مقامی مزاحمت کی تاریخ کو بھی افغانستان میں غیر ملکی افواج کی ناکامی کی ایک بڑی وجہ قرار دی ہے۔ ان ماہرین کے مطابق سکندر اعظم سے لے کر ظہیر الدین بابر تک اور بابر سے لے کر حالیہ امریکی و نیٹو کارروائیوں تک افغانستان میں مزاحمت کی ایک تاریخ رہی ہے۔ افغانستان پر برطانیہ نے تین مرتبہ فوج کشی کی اور اسے تینوں مرتبہ ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔

بین الاقوامی تنظیموں کے مرتب کردہ جائزوں کے مطابق افغانستان میں بڑھتی ہوئی بدعنوانی اور منشیات کی منظم تجارت افغان عوام کے مسائل کے بڑے اسباب ہیں۔

اب یہ بات طے ہے کہ حامد کرزئی ہو یا ڈاکٹر اشرف غنی یا عبد اللہ عبد اللہ۔ یہ باہمی تنازعات کے بنیاد پر زیادہ دیر تک اقتدار پر براجمان نہیں رہ سکتے۔ دنیا بالخصوص امریکا اور امریکا کی کاسہ لیس افغان حکومت کو بھی سمجھ لینا چاہیے، کہ مجاہدین ایک حقیقت ہیں۔ ان کا اپنا طرزِ عمل اور طرزِ فکر ہے۔ وہ کسی سے دبتے نہیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے فضل سے کوئی انہیں شکست دے سکتا ہے۔

❖❖❖

بقیہ از: ہماری تہذیب، ہمارا فخر

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بات وضاحت اور صفائی سے کرنی چاہیے، تاکہ اگلے شخص کو آسانی سے سمجھ آئے کہ کون ہے اور کس لئے ہے؟

ہفتم: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "دو ایسے آدمیوں کے درمیان بیٹھنا جائز نہیں، جو قصداً دوسرے لوگوں سے الگ بیٹھے ہوں۔" اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی حرکت بالکل نہیں کرنی چاہیے، جو دوسرے لوگوں کی طبیعت مکدر کر دے اور ان کی تنہائی میں خلل انداز ہو۔

ہشتم: ایک حدیث میں آیا ہے: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب چھینک آتی تو اپنا منہ ہاتھ یا کپڑے سے چھپا لیتے اور آواز آہستہ کر لیتے۔" اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مجلس میں بیٹھے لوگوں کا اتنا خیال رکھنا چاہیے کہ وہ تمہاری کسی بھی آواز سے متاثر نہ ہوں۔

نہم: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں: جب ہم (یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آتے تو جس ساتھی کو جہاں بھی جگہ ملتی، وہیں بیٹھ جاتا۔" یعنی لوگوں کو مشقت میں نہ ڈالتے، تاکہ مجلس برقرار رہے۔ کیوں کہ یہ مجلس کے آداب میں سے ہے۔

دہم: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "جمعے کے دن غسل لازمی قرار دینے کی بڑی وجہ یہ تھی کہ ابتدائے اسلام میں اکثر لوگ غریب اور مزدور تھے۔ خستہ اور کام کاج کی وجہ سے غبار آلود کپڑے پہنے ہوئے ہوتے، جس سے پسینے کی بو آتی تھی۔ اس سے لوگ تکلیف محسوس کرتے تھے۔ اس لیے جمعہ کے دن غسل کو لازمی قرار دیا گیا۔" اسلام میں صفائی اور نظافت پر خصوصی ہدایات دی گئی ہیں۔ ہر مسلمان کو ان کی جانب توجہ دینی چاہیے۔

مجموعی طور پر قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کے ارشادات پر غور کریں تو یہ بات معلوم ہو گی کہ شریعت اسلامی میں ان تمام کاموں سے منع کیا گیا ہے، جو لوگوں کی اذیت اور تکلیف کا باعث ہوں۔ ہمیں دین اسلام کا بہ غور مطالعہ کرنا چاہیے، تاکہ ہر حوالے دین کے مطابق عمل کر سکیں۔

جنگ اور تباہی کی آگ کون بڑھکا رہا ہے ؟؟؟

خلیل عزیز

ایک ایسے وقت میں جب امریکا نے دو طرفہ سیکورٹی معاہدے کے نام پر کابل کی نئی کٹھ پتلی حکومت کے ساتھ مل کر گھناؤنا کھیل کھیلا ہے۔ کابل ادارے کے ڈھنڈورا پیٹ اور امریکی الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے مبلغین اور تجزیہ نگاروں کے تبصرہ جات کا موضوع یہی تھا کہ افغانستان کی نئی حکومت اور امریکا کے ساتھ دو طرفہ سیکورٹی معاہدے پر دستخط ہی افغانوں کے لیے امن اور خوشیوں کا ضامن ہے۔ یہ تاثر دیا جا رہا تھا کہ سیکورٹی معاہدے پر دستخط کے بعد امریکی افواج کی جانب سے بغیر اجازت کے نہ تو کوئی زمینی کارروائی ہو گی اور نہ ہی فضائی۔ لیکن امریکہ نے بہت جلد اپنا اصلی چہرہ دکھا کر یہ واضح کر دیا کہ دو طرفہ سیکورٹی معاہدے پر دستخط کا مطلب وہی ہو گا جو امریکہ چاہے گا۔ لہذا یہ اب امریکہ پر منحصر ہے کہ وہ اس دو طرفہ سیکورٹی معاہدے کے بل بوتے پر اپنے اغراض و مقاصد کو ذہن میں رکھتے ہوئے اس معاہدے کا رخ کس جانب موڑنا چاہتا ہے۔ یعنی اب امریکہ کی مرضی ہے کہ وہ اس معاہدے سے جس طرح کا استفادہ چاہے لے سکتا ہے۔ لیکن اوباما نے اپنے جنرلز کو حکم دیا اور اس بات کی اجازت دی کہ وہ ۲۰۱۵ تک افغانستان میں جہاں چاہیں، خواہ زمینی ہو یا فضائی آپریشن جاری رکھیں۔ اس کے علاوہ ڈرون حملے، چھاپے مارنا اور بموں کی برسات ان سب کی بھی کھلم کھلا اجازت ہے۔

اس بات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سیکورٹی معاہدے پر دستخط امریکا کی راہ میں کوئی رکاوٹ کھڑی نہیں کر سکتا۔ لہذا اوباما کی طرف سے اس دیے گئے اجازت نامے میں چھپے راز کو امریکی اخبار "نیویارک ٹائمز" کی جانب سے افشا کیا جائے تو کابل کے ان بے ضمیر حکمرانوں اور سیاست دانوں کے پاس اس معاہدے کی تشریح سوائے افغانوں کے قتل و غارت اور ان پر ظلم و سربریت کے علاوہ اور کیا ہو سکتی ہے؟ کابل کے ضمیر فروش حکمران یہ بتائیں کہ امریکا نے سیکورٹی معاہدے کے تحت ۲۰۱۴ تک افغانستان میں فوجی آپریشن ختم کرنے کا وعدہ کہاں تک نبھایا؟ پھر کیوں کابل ادارے کے ڈھنڈورا پیٹنے والے امریکا کی طرف سے سیکورٹی معاہدے کی مسلسل وعدے کی خلاف ورزی اور ان کی بدمعاشی کے سامنے اپنی زبان کو لگام دیے تماشائی بنے حق بات کہنے سے گھبرا رہے ہیں؟ یہ سب کچھ امریکا کے ساتھ ضمیر فروش حکمرانوں کی اپنی ذاتی خواہش اور رضامندی کی تاریکی میں ہوا ہے، جیسے ایک امریکی جنرل "اف کمپیل" نے بھی اس بات کی طرف اشارہ کیا تھا کہ "اشرف غنی کے آنے سے ہمارے اور کابل کے درمیان تعلقات کافی دوستانہ اور گرم جوش ہو گئے۔" امریکا کی پہلے سے یہی نیت سے تھی کہ وہ اپنے ناپاک عزائم پانے کی خاطر افغانستان کی سرزمین کو آگ اور بارود کی آماجگاہ بنا دے۔ اس معاہدے کا مقصد یہی تھا کہ جنگ کی اس لہر کو ٹھنڈا نہ ہونے دیا جائے۔

اگر یہ حقیقت نہیں تو پھر اشرف غنی کوئی ایک بھی مثال دکھا دیں، جو انہوں ملک میں امن و امان کے قیام کی خاطر کی ہو یا پھر ان مظلوم عوام کو یہ تسلی دی ہو کہ جنگ کی اس لہر کو مزید اب ٹھنڈا کر دیا جائے گا۔ اشرف غنی کے معاہدے پر دستخط کا مطلب ملک میں دینی مدارس کو نشانہ بنانا اور حجاب کی مخالفت کرنا ہے۔ اشرف غنی کے بیرون ممالک کے دورے کا مقصد ان ممالک کو طالبان کے خلاف امریکا کی جنگ میں پورا حصہ لینے پر آمادہ کرنا تھا۔ اس کے علاوہ ملک کے تمام ججز کے نام یہ حکم جاری کرنا کہ قیدیوں میں جس شخص پر بھی مجاہد یا طالب کا شک و شبہ ہو ان کا کیس سختی سے نمٹایا جائے۔ یہ تمام کارنامے انہی کے ہیں۔

مجاہدین کو چاہیے کہ حملہ آور دشمن کے مقابلے میں سیسہ پلائی دیوار بن جائیں۔ تابڑ توڑ حملوں کے ذریعے سے اسلام کے اس غلیظ دشمنوں اشرف غنی اور ان کی عیسائی بیوی، شمال کے ضمیر فروش غلاموں اور دوسری جارح افواج کو ایسی تاریخی شکست سے نوازا جائے کہ یہ شکست فرعون کی لاش کی طرح پوری دنیا کے لیے عبرت کا نشان بنی رہے۔

★★★

تیرے لہو کی قسم

نسیم خان محمدی

آپ غور تو کریں۔ یہ کیسا عشق ہے۔ اس کی مستی میں کیسی دل فریب مٹھاس ہے۔ اس طرزِ بندگی نے آج کی دنیا کو حیران و سرگرداں کر رکھا ہے کہ آخر وہ کیا چیز ہے، جو ایک جیتے جاگتے انسان کو حیران کن شوق و جذبے کے ساتھ اس طرح فنائیت کے سمندر میں اترنے پر مجبور کرتی ہے۔

جب صبح دم نور کا تڑکا لگتا ہے، تو تمام انسان اور دیگر مخلوقات شامِ بہاراں کی فکر میں قدم گھر سے باہر نکالتے ہیں۔ حتیٰ کہ مجنوں بھی لیلیٰ کا جنوں لیے دہلیز سے قدم پار کرتا ہے، تو اُسے بھی واپسی کی فکر دامن گیر ہوتی ہے۔ لیکن یہی کیفیت ایک فدائی مجاہد کے یہاں کیوں نہیں پائی جاتی؟ وہ پلٹنے کے لیے کیوں نہیں جھپٹتا؟ دنیا کی رنگینیوں میں غلطاں ایک انسان یہ بات سمجھنے سے قاصر ہے۔ وہ کہتا ہے: "میری عقل اس بات کا ادراک کرنے پر تیار نہیں ہے کہ یہ فدائی کس جذبے، سوزِ دروں اور دردِ دل کے ساتھ خود کو قربانی کے نام پر فنا کر ڈالتا ہے؟"

امت مسلمہ کا فدائی مجاہد وہ واحد انسان ہے، جو اپنے ٹھکانوں سے شام کو نہ لوٹنے کی فکر لیے نکلتا ہے۔ یہ لوگ امت کے "کل" پر اپنا "آج" قربان کر دیتے ہیں۔ یہ دھیرے دھیرے ہنستے ہیں۔ زیرِ لب مسکراتے ہیں۔ اور ہلکا سا تبسم ان کے لبوں پر مچلتا رہتا ہے۔ انہیں دیکھ کر غم گزیدوں کو بھی مسکرانے کی ہمت عطا ہوتی ہے۔ یہ شہادت کے نغمے گاتے ہیں۔ یہ فنافی اللہ کے ترانے پڑھتے ہیں۔ یہ جینے کے لیے مرنے کی باتیں کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ ان کی فنا اُمت کی بقا کی علامت ہوتی ہے۔ جب ان کا وقتِ شہادت آتا ہے، تو وہ ہم سے بہت دُور چلے جاتے ہیں۔ اتنا دور کہ ہمارا تخیل وہاں کی بُو بھی نہیں سونگھ سکتا۔ وہ جنت میں چلے جاتے ہیں۔ وہ دنیا میں ستارے ہوتے ہیں، لیکن فنا ہو کر کہکشاں بن جاتے ہیں۔ انہی کے لیے ایک احسان مند نے کہہ رکھا ہے ۔

اے شہیدو! تمہارا یہ احسان ہے
آج ہم سر اُٹھانے کے قابل ہوئے
ظلم سہتے رہے ہیں بڑی دیر تک
آج بدلہ چکانے کے قابل ہوئے
تھی گھٹن قیدِ افرنگ کی اس قدر
سب ہمارے قویٰ منجمد ہو گئے
تم نے بخشے ہیں جب سے ہمیں حوصلے
ہم جگر آزمانے کے قابل ہوئے
جب سے غلبہ حکومت خلافت چھٹی
دل گرفتہ تھے اور غم زدہ تھے بہت
تم کو دیکھا تو جذبے مچلنے لگے
اور ہم مسکرانے کے قابل ہوئے

انہی فداکاروں کے قافلے کا ایک ہم سفر "حافظ معاذاللہ" بھی ہے۔ امارتِ اسلامیہ کے اس فنافی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز پالینے والے جانباز فدائی نے افغانستان میں یکم اکتوبر 2014ء کے دن مقامی وقت کے مطابق صبح ساڑھے چھ بجے ضلع "دہ سبز" کے مربوطہ علاقے "ترہ خیل" میں وطن دشمن کٹھ پتلی فوجیوں کی بس سے بارود بھری گاڑی ٹکرا دی تھی۔ نتیجۃً بس میں سوار 30 کے لگ بھگ افسر اور آس پاس کے متعدد سیکورٹی اہل کار اپنی منحوس زندگی سے چھٹکارا پا گئے۔ ایک ہی دن دو نوجوانوں اور اللہ کے عاشقوں نے محبوب کے قدموں میں جلد حاضری کے شوق اور ولولے میں جان جانِ آفریں کے حوالے کر دی تھی۔ جب کہ اسی روز ۶ بج کر ۲۲ منٹ پر وفاقی دارالحکومت کابل کے وسطی علاقے "کارتہ چار" کے مقام پر غلام فوجیوں پر ہونے والے ایک اور شہیدی حملے میں فدائی مجاہد "ملا اسد اللہ حزاری" نے اسی نوعیت کا حملہ کر کے دشمن کو بھاری بھر کم ہلاکتوں کے نقصان سے دوچار کیا۔

کہتے ہیں اس راہ کی سب سے پہلی شرط خود سپردگی ہے۔ جو اس منزل کو طے کر گیا، اس کے لیے مہر و محبت کی باقی منزلوں کا سمندر پار کرنا بہت آساں ہے۔ تمہارے لہو کی قسم! تمہی نے صلیبی لشکر کی بے وقعتی عیاں کی ہے۔ اے عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کے فرزندو! اسلام ہے تمہاری روحوں کو، جن کی قابلِ ستائش بے چینیوں نے ہمیں بیداریاں بخشی ہیں اور ہم قوم کو بھی جگانے کے قابل ہوئے......

جنگی پالیسی میں توسیع کے مقاصد

محمد بشیر

رواں سال نومبر کی 25 تاریخ کو امریکا کے معروف اخبار "نیویارک ٹائمز" نے یہ انکشاف کیا کہ امریکی صدر اوباما نے ایک خفیہ پیغام میں پینٹاگون کو حکم دیا ہے کہ امریکی فوجی 2014ء کے بعد بھی افغانستان میں تعینات رہیں گے۔ امریکی فوج کی نئی مہمات کے اعلان اور قیام میں توسیع کے نئے حکم نامہ سے پہلے اوباما نے پوری دنیا کے سامنے یہ وعدہ کیا تھا کہ امریکا بہت جلد افغانستان میں اپنا جنگی مشن ختم کر رہا ہے۔ جب کہ مئی 2014ء کو ایک اعلان کیا گیا کہ دسمبر 2014 کے بعد کوئی امریکی فوجی افغانستان میں موجود نہیں ہوگا۔

سیاسی مبصرین کی تحقیق کے مطابق اوباما کی یہ دورخی اور وعدے کی صریح خلاف ورزی درحقیقت امریکا کی منافقانہ پالیسی کی ایک واضح مثال ہے، جو ہمیشہ جھوٹے اور پر فریب بہانوں اور وعدوں سے لوگوں کو ورغلا رہے ہیں۔ اوباما کا اپنے وعدوں سے انحراف امریکی سیاست اور ذہنیت کی مکمل عکاسی کرتا ہے۔ یعنی امریکی عہدے دار ادنی سے اعلی تک کوئی بھی اپنے وعدے کا پابند نہیں ہے۔ مئی میں اوباما کے اس اعلان کہ "2014 کے اواخر تک کوئی امریکی فوجی افغانستان میں کسی جنگی آپریشن میں حصہ نہیں لے گا۔" اس کا مقصد افغان عوام کے ذہنوں میں یہ بات بٹھانا تھی کہ امریکا افغانستان میں اپنی جنگی پالیسی کو وسعت دینے پر آمادہ نہیں ہے۔ اگر امریکا اپنی جنگی پالیسی کو مزید طول دینے کا خواہش مند ہوتا تو اپنے جنگی مشن کے خاتمے کا اعلان کبھی نہ کرتا۔ یقیناً بہت سے افغانوں کو یہ یقین ہوا کہ امریکا اپنے جنگی مشن کو ختم کرنے والا ہے اور آج یا کل وہ ضرور افغانستان سے نکل جائے گا۔ لیکن جب ستمبر کی 29 تاریخ کو اشرف غنی نے حلف اٹھایا اور اگلے دن ہی اسٹریٹجک معاہدے پر دستخط کر کے اپنے آقاؤں کے ہاتھ افغانستان کی سرزمین کا سودا کیا تو امریکا کے خفیہ ارادوں سے پردہ اٹھ گیا۔ امریکا اپنے رویے میں ایک دم تبدیلی لایا۔ اس نے محسوس کیا کہ افغانستان میں اپنے ایجنٹ پھیلانے کا یہ سب سے اچھا موقع ہے، جس کا اسے کئی سالوں سے انتظار تھا۔

وہ تمام خدشات بھی بجا اور سچ نکلے، جو معاہدے پر دستخط سے پہلے اہل نظر و اہل دانش نے محسوس کیے تھے۔ تمام افغانوں کو امریکا کے ساتھ اس قسم کے تعلقات استوار کرنے سے منع کرتے رہے۔ لیکن ابھی تک بھی اوباما کے اس پلان کی تفصیلات خفیہ رکھی جا رہی ہیں، کسی کو ان کا علم نہیں ہے۔ شاید آنے والے وقتوں میں اس سے زیادہ حیران کن انکشافات ہو جائیں۔ "نیویارک ٹائمز" نے یہ بھی لکھا ہے کہ: اشرف غنی نے امریکا سے پُرزور مطالبہ کیا ہے کہ 2014ء کے بعد امریکی افواج افغانستان میں نائٹ آپریشنز میں تیزی لائے۔ اشرف غنی کی اسی خواہش پر امریکا نے نیا پلان بنایا ہے۔ یہ بات تو اظہر من الشمس ہے کہ اشرف غنی امریکا کی صفِ اوّل کی کٹھ پتلیوں میں سے ہیں۔ وہ دل و دماغ دونوں لحاظ سے امریکی مزاج ہے۔ وہ افغان کم اور امریکی زیادہ ہے۔ ان کی سب سے بڑی خواہش یہی ہے کہ یہاں بھی مغربی کلچر اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ جگمگائے۔ وہ کرزئی کی نسبت امریکی مفادات کی حفاظت میں دو قدم آگے ہیں۔ لیکن اشرف غنی کو اس بات کی شدید فکر لاحق ہو گئی ہے کہ کہیں وہ امریکی مفادات کی چوکی داری کے امتحان میں سابقہ امیدواروں سے پیچھے نہ رہ جائیں۔ جس طرح کرزئی کو نظر انداز کیا گیا ہے، اسی طرح انہیں بھی نظر انداز نہ کیا جائے۔ انہیں اچھی طرح علم ہے کہ امریکی تربیت یافتہ افغان فوج، طالبان کے سامنے ٹھہرنے کی ہمت نہیں رکھتی۔ اسی لیے اپنے دور حکومت میں امریکا اور اس کے اتحادیوں کے قیام میں توسیع کی بھرپور حمایت کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

امریکا نے اشرف غنی کے اس بزدلانہ رویے سے یہ فائدہ اٹھایا کہ اپنے قیام کی مدت میں توسیع کے ساتھ وہ شرائط بھی منوائی ہیں، جنہیں کرزئی ماننے پر آمادہ نہیں ہوئے تھے۔ کرزئی کے تیرہ سالہ دور میں محض ایک انکار

ایوانِ صدر سے نکلنے کا باعث بنا تھا۔ کرزئی کے اس انجام کو دیکھتے ہوئے اشرف غنی ہر امریکی شرط ماننے پر راضی ہو جاتے ہیں۔ امریکا نے ان شرائط میں ایک یہ رکھی تھی کہ ہمارے قیام کی صورت میں ہم کسی بھی قیمت پر رات کے آپریشن نہیں روکیں گے۔ لوگوں کے گھروں میں داخل ہوں گے۔ جسے چاہیں، قیدی بنائیں گے۔ مزاحمت کرنے والے کو فوراً ہی گولی ماریں گے اور افغان حکومت اس معاملے پر بالکل خاموش تماشائی کا کردار ادا کرے گی۔ اس کے بعد پینٹاگون اور CIA کے مشترکہ مطالبے پر اوباما نے اپنی فوج کے قیام میں توسیع کا اعلان کیا۔ ایک نظریہ یہ بھی ہے کہ امریکا کو اپنی کٹھ پتلی حکومت کی فوجی قوت پر بالکل اعتماد نہیں ہے۔ اسے علم ہے کہ اس حکومت کے بے مہار فوجی طالبان کے حملوں کا وار سہنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ انہیں خدشہ ہے کہیں یہاں بھی عراق والا معاملہ دیکھنے کو نہ ملے۔ جہاں عراق کے آدھے سے زیادہ حصے پر امریکا کے خلاف لڑنے والی دولتِ اسلامیہ کا قبضہ ہے۔ امریکا کے علم میں یہ بات بھی ہے کہ امارت اسلامیہ کے مجاہدین ملک کے طول و عرض میں بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ امریکا کے سہارے کھڑی اس مزدور حکومت کو بہت آسانی سے گرا سکتے ہیں۔ جس کی وجہ سے بین الاقوامی سطح پر امریکا کی ساکھ کو شدید نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔

سیاسی مبصرین کی ایک بڑی تعداد کا موقف یہ ہے کہ امریکا نے افغانستان میں اپنی جنگی پالیسی کی توسیع کا اعلان اس وجہ سے کیا ہے: کیوں کہ اسے یہاں گمبھیر مسائل اور بڑے چیلنجز کا سامنا ہے، تاکہ ان کا سدباب کیا جا سکے۔ جیسا کہ یوکرین اور خلیج کی کشمکش، جس میں امریکا شامل ہے۔ افغانستان سے انخلا کی صورت میں امریکا مخالف عناصر کے حوصلے بلند ہوں گے۔ افغانستان میں قیام میں توسیع کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ امریکا کو یہ خدشہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ افغانستان میں آپریشن کے اختتام پر یوکرین اور خلیج امریکی سیاست اور مفادات پر منفی اثر ڈالیں۔ کیوں کہ یہ دونوں خطے اسٹریٹجک اہمیت کی بنا پر امریکا کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ افغانستان میں اپنی بے بسی چھپانے کے لیے کچھ مزاحمت کی راہ ضرور اپنائی جا رہی ہے۔ لیکن اب یہاں امریکا کا قیام افغانستان کے ہمسایہ ممالک پر پریشر ڈال کر ان سے اپنی مدد اور حمایت کی بھیک مانگنے کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ کچھ دوسرے محققین کا کہنا ہے کہ امریکا کی نئی پالیسی کا ہدف چین ہے۔ امریکا افغانستان کے حساس جغرافیائی محل وقوع کو منفی طور پر استعمال میں لا کر چین پر دباؤ بڑھانا چاہتا ہے، تاکہ چین بین الاقوامی سطح پر امریکا کے مقابلے میں نہ آئے۔ کیوں کہ مستقبل میں چین سیاسی اور اقتصادی دونوں میدانوں میں امریکا سے سبقت لے جانے کی پوزیشن میں ہے۔ اسی وجہ سے امریکا افغانستان میں اپنی فوجی قوت کی موجودگی کو بڑی اہمیت دیتا ہے۔

چین کو دباؤ میں رکھنا امریکا کے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ چین کی جاسوسی کے لیے ایک انفرادی انٹیلی جنس ٹیم بنائی گئی ہے۔ اس ٹیم میں سیاست دان، ماہرینِ معاشیات اور CIA کے ایجنٹ تعینات کیے گئے ہیں، تاکہ چین کی پوزیشن پر مختلف زاویوں سے تحقیق کریں۔ اس کی کمزوریوں کے حوالے سے منظم پلان ترتیب دیے جائیں۔ حالیہ تحقیق سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اقتصادی میدان میں چین تیزی سے ترقی کر رہا ہے۔ اقوام متحدہ کے 192 رکن ممالک میں سے 5 ممالک کے علاوہ 129 ممالک کی کل قومی آمدنی سے چین کا بینک بیلنس زیادہ ہے۔ اسی طرح دنیا کے 50 بڑے بین الاقوامی بینکوں میں چین کے 10، جب کہ امریکا کے 4 بینک شامل ہیں۔ اسی طرح دنیا کا سب سے بڑا بینک بھی چین کا انڈسٹریل اور کمرشل بینک ہے۔ چین کی یہ حیران کن ترقی امریکا کے لیے تشویش کا باعث ہے۔

یقیناً امریکا کے اس فیصلے کے بعد افغانستان میں امن و امان کی صورت حال مزید خراب ہوگی۔ یاد رہے کہ امریکا کو رات کے سرچ آپریشن کی کھلی اجازت بہت بھیانک نتائج کا باعث ہوگی۔ عوام کی بڑی تعداد کو شدید اذیت کا خدشہ ہے۔ افغان عوام کو چاہیے کہ امریکا کے ان مذموم ارادوں کی راہ میں حائل ہو جائیں، تاکہ ہماری سرزمین پر ان کے مذموم مقاصد کی تکمیل کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے۔

۞ ۞ ۞

عبد اللہ

مؤمن جھوٹا نہیں ہوتا!

اُن زبانوں کے نام، جو جھوٹ بول کر مصیبت میں پھنس جاتی ہیں!!

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک جلیل القدر صحابی ہونے کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو "صاحب الوسادۃ" بھی کہا جاتا ہے۔ یعنی آپ رضی اللہ عنہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تکیہ پیش کیا کرتے تھے۔ ایک راویت کے مطابق آپ سے پہلے صرف پانچ افراد نے اسلام قبول کیا تھا۔ یوں آپ اسلام قبول کرنے میں چھٹے نمبر پر رہے۔ اس لیے آپ قرآنی الفاظ کی روشنی میں "السابقون الاولون" میں شامل ہیں۔ آپ قرآن کا خوب علم رکھتے تھے اور جانتے تھے کہ کون سی آیت کب، کہاں اور کس چیز کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ آپ نے غزوۂ بدر سمیت تمام غزوات میں شرکت کی اور 32ہجری میں انتقال فرمایا۔

وہ حدیث روایت کرتے ہیں: عن عبد اللہ بن مسعود قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: علیکم بالصدق، فان الصدق یھدی الی البر وان البر یھدی الجنۃ، ومایزال الرجل یصدق ویتحری الصدق حتی یکتب عند اللہ صدیقا۔ و ایاکم والکذب، فان الکذب یھدی الفجور وان الفجور یھدی النار، ومایزال الرجل یکذب ویتحری الکذب حتی یکتب عند اللہ کذابا.....

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سچائی اختیار کرو۔ کیوں کہ سچائی نیکی کی طرف اور نیکی جنت کی جانب لے جاتی ہے۔ آدمی سچ بولتا رہتا ہے اور سچائی ہی کو اپنا طرزِ عمل بنالیتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ تعالی کے ہاں "بڑا سچا" لکھ لیا جاتا ہے۔ اور جھوٹ سے بچو۔ کیوں کہ جھوٹ بُرائی کی سمت اور برائی جہنم میں لے جاتی ہے۔ آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالی کے پاس "بہت بڑا جھوٹا" لکھ لیا جاتا ہے۔

(مسلم، کتاب البر)

اللہ تعالی کو ظلم کی طرح جھوٹ سے بہت زیادہ نفرت ہے۔ اسی لیے قرآن کریم میں ظالموں کے بارے میں فرمایا ہے: "الا لعنۃ اللہ علی الظالمین"۔ (خبر دار! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے) اور جھوٹوں کے حوالے سے ارشاد ہے: "فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین"۔ (ہم جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجتے ہیں) جھوٹ بولنے والا محض اللہ تعالی کی لعنت کا مستحق ہوتا ہے: "پس جو کوئی آپ سے اس بارے میں آپ کے پاس علم آجانے کے بعد جھگڑے تو کہہ دیجیے کہ آؤ ہم اور تم اپنے اپنے بیٹوں، عورتوں اور اپنے آپ کو اکھٹا کریں۔ پھر عاجزی کے ساتھ دعا کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔" (آل عمران 61) یہی وجہ ہے کہ جب اللہ تعالی اپنی مخلوق سے پیار کرتے ہیں تو وہ پاک ذات اسی محبت کی بنا پر چاہتی ہے کہ میرے بندے جھوٹ نہ بولیں۔ اِس کی وجہ یہ بھی ہے کہ آپ علیہ السلام کا پاک ارشاد ہے: "مؤمن بہت بڑا گناہ گار تو ہو سکتا ہے، لیکن جھوٹا نہیں ہوتا۔" اس فرمان کی تہِ میں ایک حکمت پوشیدہ ہے۔ وہ یہ کہ جب انسان کوئی گناہ یا جرم کا مرتکب ہوتا ہے تو معاشرے میں شرمندگی سے بچنے کے لیے جھوٹ کا سہارا لے کر کہتا ہے کہ "یہ نامناسب حرکت مَیں نے نہیں کی ہے!" مشہور دانش ور شاہنواز فاروقی عربی ضرب المثل سے اپنی بات واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "مچھلی ہمیشہ سر کی جانب سے سڑتی ہے۔" قومی یا اجتماعی ضمیر کا معاملہ بھی یہی ہے۔ یعنی کسی بھی قوم کے سڑنے کا آغاز اس کے سر کی جانب سے ہی ہوا کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ برائی سب سے پہلے کسی قوم کے اہل دانش میں پیدا ہوتی ہے۔ ان میں مفکرین، فلسفی، علمائے کرام، شاعر، ادیب، صحافی، سیاسی و سماجی رہنما وغیرہ شامل ہیں۔ یہ منطقی بات ہے کہ ابتداء میں ابلاغ کا عمل اوپر سے نیچے کی جانب ہوتا ہے۔ جب ابلاغ کے عمل کا یہ مرحلہ مکمل ہوجاتا ہے تو ابلاغ

کا یہ عمل اپنے پھیلاؤ کے لیے دوسری سمتیں تلاش کرتا ہے۔ وہ سمتیں کیا ہو سکتی ہیں؟ اسے ایک فارسی کہاوت بیان کرتی ہے: "در بین مردمانِ کوچک دروغ گوئی فراوان است"۔ یعنی چھوٹے لوگوں کے درمیان جھوٹ بولنے کا رواج ہوتا ہے۔ اور یوں فساد پوری قوم میں سرایت کر جاتا ہے۔ وہ مزید لکھتے ہیں: جب قوم کا بااثر اور حکمران طبقہ جھوٹ بولنے لگے تو قومیں بڑے بڑے سانحوں سے دوچار ہوتی ہیں، مگر اس قدر عظیم سانحے بھی ان کے حکمرانوں کو سچ بولنے پر مجبور نہیں کر سکتے۔ وجہ یہ ہے کہ بگاڑ کافی حد تک بڑھ چکا ہوتا ہے۔" اس لیے کسی بھی پاکیزہ معاشرے میں خرابی اور بگاڑ کا ایک بڑا سبب جھوٹ ہے۔ جب کوئی آدمی جھوٹ بولنا چھوڑ دیتا ہے تو وہ اُن برائیوں سے بھی کنارہ کش ہو جاتا ہے، وہ جن کے اظہار سے شرم ساری محسوس کر رہا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "کسی انسان کی نماز، روزے اور عبادات پر مت جاؤ۔ اسے پرکھنے کے لیے اس کی عقل اور زبان کو دیکھو کہ کیا سوچ رہا ہے اور کیا بول رہا ہے ؟!" ایک بزرگ "ابو بکر کتانی رحمہ اللہ" کا قول ہے: "اللہ کا دین تین چیزوں پر مشتمل ہے۔ عمل کا راستہ درست ہو، انصاف اور عدل کا رواج ہو اور سچائی کا بول بالا ہو۔" یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ بعض جگہیں ایسی ہیں، جہاں انسان خود کامیاب ہوتا ہے، لیکن بعض چیزیں ایسی ہیں، جن میں انسان خود کامیاب نہیں ہوتا، بلکہ وہ باتیں اُسے سُرخ رو بنا دیتی ہیں۔ ان میں سے ایک بھی "سچ" ہے۔ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کو چوروں سے اسی سچ نے بچایا تھا۔ اسی سچ کا روحانی اثر تھا کہ وہ چور متاثر ہو کر راہِ راست پر آ گئے تھے۔ جاننا چاہیے کہ جھوٹ اور منافقت کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ جھوٹ انسان کو عملی منافق بنا دیتا ہے۔ جھوٹ آہستہ آہستہ انسان کی ایک نفسیاتی بیماری بن جاتا ہے، جس کا نقصان اخلاق، عادات اور رویوں کے بگاڑ کی صورت میں برآمد ہوتا ہے۔ اس لیے اس سے بچنا چاہیے۔

عصر حاضر کے پریشان خیال انسانوں کے بلا عنوان غم کی ایک بڑی وجہ معاشرے کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا وہ جھوٹ ہے، جسے نا سمجھ طبقہ "گولی فٹ کرنے" کے نام سے جانتا ہے۔ افسوس کا مقام ہے کہ ایک ملعون کام کو کتنے فخر سے کارنامہ گردانا جاتا ہے۔ جو قوم گناہوں کو فخر سمجھ کر اختیار کر لیتی ہے، اس کی تباہی نوشتہ دیوار بن جاتی ہے۔ آج ایک والد اولاد سے، اولاد معاشرے سے، معاشرہ حکمرانوں سے اور حکمران اپنے منتخب کنندگان سے جھوٹ پہ جھوٹ بولے جا رہے ہیں۔ کسی کو آخرت کا خوف ہی نہیں کہ "موت ایک اٹل حقیقت کا نام ہے۔" آج ہمیں اپنے اندر سے لے کر پوری دنیا میں سچ کے فروغ کی مہم چلانا ہوگی۔ ہمیں اجتماعی توبہ کی ضرورت ہے۔

کھلا ہے جھوٹ کا بازار، آؤ سچ بولیں
نہ ہو بلا سے خریدار، آؤ سچ بولیں
سکوت چھایا ہے انسانیت کی قدروں پر
یہی ہے موقعِ اظہار، آؤ سچ بولیں

بقیہ از: مساجد میں دھماکوں کا ذمہ دار کون؟

بلکہ اپنی ایک علیحدہ ٹیم تشکیل دے کر ان حملوں کی مکمل تحقیقات کرائی جائیں، تاکہ واقعے میں ملوث ملزمان کو گرفتار کر کے انہیں کیفرِ کردار تک پہنچایا جائے۔ تیسری بات یہ کہ مجاہدین کسی بھی صورت بنیادی وسائل کی تخریب کاری سے گریز کریں۔ جیسے پل، کلینک اور تعلیمی ادارے وغیرہ۔ اگرچہ عام لوگوں کے ساتھ ساتھ دشمن بھی اس سے استفادہ کر رہا ہو، کیوں کہ ان وسائل کی تخریب کاری سے عوام الناس کو تکلیف ہو سکتی ہے۔ لہٰذا عوام کی ضرورت کو دیکھتے ہوئے ان وسائل کی بربادی سے اجتناب کیا جائے۔ تاک میں بیٹھا ہوا دشمن کسی بھی بہانے عوام کو مجاہدین سے بدل کرنے کی کوشش میں ہمہ وقت مصروف ہے۔ استعماری قوتیں افغانستان میں اپنی ظلم و سربریت کے آخری ایام گزار رہی ہیں۔ لہٰذا مجاہدین بھائیوں کو چاہیے کہ وہ عوام کی جان و مال کی حفاظت، ان کی تعلیم و تربیت اور دیگر ضروریات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ان کے ساتھ مکمل تعاون کریں۔ اور جو لوگ دشمن کی صفوں میں کھڑے ہو کر مجاہدین کے خلاف کارروائیاں کر رہے ہیں، انہیں قتل کرنے کے بجائے دشمن کی صفوں سے نکال کر اپنی صفوں میں شامل کر لیا جائے۔ یہ دشمن کے لیے کاری ضرب ثابت ہوگی۔

کابل: حالیہ حملے اور دشمن کی بوکھلاہٹ

شاہد

بدنام زمانہ سیکورٹی معاہدے کے نام پر وطن فروشی کی دستاویز پر دستخط اور کاسہ لیس افغان صدر اور گلم جم ملیشیا کے سابق خون خوار کیمونسٹ کمانڈر جنرل دوستم کے ایوانِ صدر میں آنے سے ملک و ملت ایک سنگین صورت حال سے دوچار ہے۔ ان جیسے قاتلوں اور لٹیروں کا حکمران بننا افغان عوام کے لیے ناقابل برداشت ہے۔ اسی لیے مجاہدین نے غیر ملکی غاصبوں اور کاسہ لیس اہل کاروں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا ہے۔ ہر دن میڈیا ایک نئے کفر شکن فدائی حملے کی روداد سنا رہا ہوتا ہے۔

امارتِ اسلامیہ کے فدائی مجاہدین کے تازہ حملوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رواں سال کا موسم سرما بھی غیر ملکی جارحیت پسندوں کے لیے ڈراؤنے خواب لے کر آیا ہے۔ ہر دن انہیں اعلائے کلمۃ اللہ، اسلامی حاکمیت اور ملکی خود مختاری کے لیے جدوجہد کرنے والے سر فروش مجاہدین کے حملوں کا سامنا ہوتا ہے۔ سیاسی مبصرین کا کہنا ہے کہ اشرف غنی، ڈاکٹر عبداللہ اور کیمونسٹ دوستم جیسے بدنام چہرے، جنہیں افغان عوام پہلے سے ان کے سیاہ کارناموں کی وجہ سے مسترد کر چکے ہیں، انہیں افغانستان کے حکمرانوں کے طور پر افغان عوام پر مسلط کرنے کے بعد ملک میں جنگ کا دورانیہ مزید طویل ہو جائے گا۔ امریکی افواج ایسی صورت حال دیکھے گی، جو پہلے انہوں نے نہیں دیکھی تھی۔ ہلمند میں "شوراب" کے فوجی اڈے میں چار روزہ طویل جھڑپ کے نتیجے میں غیر ملکی جارحیت پسندوں اور ان کی غلام افواج کا غرور و تکبر خاک میں مل گیا۔ صرف دس مجاہدین نے ایک ماہ قبل ہلمند کے علاقے لشکر گاہ کے قریب اس بڑے فوجی اڈے پر رات کے 8 بجے حملے کا آغاز کیا۔ مسلسل چار روز تک فوجی اڈے میں ملکی اور غیر ملکی جارحیت پسندوں کو خاک چٹاتے رہے۔ اس حملے کے نتیجے میں سیکڑوں اہل کار ہلاک و زخمی ہوئے۔ درجنوں فوجی گاڑیاں اور ٹینک بھی آگ کے شعلوں کی نذر ہوئے۔ حقیقت میں یہ مجاہدین کی وہ تاریخی کامیابی ہے، جس کی وجہ سے واشنگٹن، برسلز اور لندن کے محلات لرز گئے۔ افغانستان میں ان کے مستقل قیام کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔

ملک کے بیشتر حصوں کی طرح دارالحکومت کابل میں بھی غیر ملکی غاصبوں کے عیسائی دعوتی مراکز، انٹیلی جنس سنٹرز اور غیر ملکی جارحیت پسندوں کے ریسٹورنٹ پر مسلسل طور پر فدائی مجاہدین کے کامیاب اور دندان شکن حملے وہ عوامل ہیں، جس نے سیکورٹی معاہدے پر دستخط کرنے والوں کی نیندیں اڑادی ہیں۔ ان اہم مراکز کی سیکورٹی پر بھی سوالیہ نشان لگ چکا ہے۔ مجاہدین اپنی کارروائیوں میں تیزی لا رہے ہیں۔ آنے والے وقتوں میں نئے اہداف کو نشانہ بنانے کی تیاری میں ہیں۔ تاکہ غیر ملکی غاصبوں کو یہ پیغام دیا جاسکے کہ افغانستان ایک خود مختار اور آزاد ملک ہے۔ کبھی بھی اس سرزمین پر غیر ملکی غاصبوں کی موجودگی برداشت نہیں کی جائے گی۔ افغان عوام اپنی جانوں کی قربانی دے کر اپنے ملک کو دنیائے کفر کی سازشوں سے محفوظ رکھیں گے۔

ملک میں حالیہ حملوں کی اچانک شدت نے یہ ثابت کیا ہے کہ مجاہدین کی فوجی قوت ملک کے اندر رہ اور اتنی مضبوط ہے کہ جب اور جہاں بھی چاہیں، غیر ملکی غاصبوں کی ظالمانہ جارحیت کا منہ توڑ جواب دے سکتے ہیں۔ ایوان صدر میں رولا غنی کے ناپاک قدموں کی وجہ سے مسجد کی جگہ چرچ نے لے لی ہے، وہاں اب محترمہ افغان خواتین کی نام نہاد نمائندگی کرتے ہوئے عالمی میڈیا پر اسلامی شعائر اور اسلامی اقدار کا مذاق اڑاتی ہیں۔ یہ انکشاف بھی ہو گیا ہے کہ وہ افغان خواتین کو عیسائی بنانے کی فکر میں ہیں۔ چند سالوں بعد (خدانخواستہ) ہر سو سے پچیس خواتین عیسائیت قبول کر چکی ہوں گی۔ اس جیسے بہت سے اسلام دشمن اقدامات کا میڈیا پر بلا ضرورت چرچا کرنا اشرف غنی کی حکومت کے خلاف مزاحمت کا مظہر ہے۔ مجاہدین کی یہ مزاحمت بتا رہی ہے کہ یہاں جو بھی آیا، واپس صحیح سلامت نہیں لوٹا اور اگر امریکا نے یہاں طویل مدت تک قیام کا فیصلہ کیا ہے تو اس کا انجام بھی سوویت یونین سے کم نہیں ہوگا۔

کابل اور شوراب کے کفر شکن حملوں سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ کابل انتظامیہ کے درجنوں اسٹریٹجک دوستوں نے ان کی حفاظت کے لیے کچھ نہیں کیا۔ نہ سیکورٹی معاہدے پر دستخط انہیں کوئی فائدہ پہنچا سکے، نہ ایوان صدر میں چہروں کی تبدیلی سے کوئی مثبت پیش رفت ہوئی ہے۔ نہ ان کے لندن، برسلز، اور واشنگٹن کی

انفرادی کانفرنس اور ان ممالک کے سربراہوں کے بیانات کا خاطر خواہ نتیجہ بر آمد ہوا۔ یہ بات بھی عالمی دنیا نے ذہن نشین کر لی ہے کہ شوراب جیسے اہم مرکز پر صرف دس مجاہدین کا حملہ اور چار روز تک کفر شکن جھڑپ اور امریکا کی اتنی بڑی طاقت کے باوجود ناکامی وہ وجوہات ہیں، جن کی بنا پر جارح پسندوں کا غرور خاک میں مل گیا ہے۔ ان کی فوجی قوت کمزور اور حوصلے پست ہو چکے ہیں۔ کابل کے حالیہ نے غیر ملکی میڈیا کی طرح کابل کے پرنٹ میڈیا کی توجہ بھی اپنی جانب کھینچ لی ہے۔ حکومت کی اس کمزوری اور ناکامی کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ اپنے دعوے کی تائید کے لیے ان اخبارات کی کچھ سرخیاں ملاحظہ فرمائیں: "سیکورٹی معاہدے کی وجہ سے کابل جنگ کا میدان بن گیا"۔ کابل سے چھپنے والے مختلف اخبارات نے حالیہ حملوں کے حوالے سے اپنی رپورٹس اور تبصرے شائع کیے ہیں۔

"سرنوشت" کے نام سے ایک آزاد روزنامے نے اپنے صفحہ اول پر لکھا ہے کہ امریکا کے ساتھ سیکورٹی معاہدے کی برکت سے کابل جنگ کا اولین ہدف بن گیا ہے۔ اسی اخبار نے اپنے اداریے میں یہ سوال اٹھایا ہے کہ ہم افغانستان خصوصاً کابل میں حالیہ حملوں کا ذمہ دار کس کو ٹھہرائیں؟" اداریہ نگار نے اپنے سوال کا جواب خود ہی دیا ہے اور لکھا ہے کہ "نااہل قیادت اور تربیت کی عدم فراہمی ان واقعات کا سبب بنی ہے۔ سب سے بڑا اور بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے سیکورٹی اہل کاروں کو ابھی تک اپنی ذمہ داریوں کے بارے میں اچھی طرح علم نہیں ہے۔" اخبار مزید لکھتا ہے کہ افغان حکومت نے اس طرح کے حملوں کا راستہ روکنے کے لیے ایک علیحدہ سیکورٹی پالیسی تشکیل دی ہے۔ دوسرا اقدام یہ اٹھایا گیا ہے کہ سیکورٹی اہل کاروں کے فرائض میں بڑے پیمانے پر تبدیلی لائی گئی ہے۔ ایک آزاد روزنامے "ویسا" نے بھی حالیہ حملوں کے حوالے سے یہ سرخی جمائی کہ "کیا افغان عوام ان پے در پے حملوں پر آنکھیں بند کر کے اپنی موت کا انتظار کرتے رہیں؟ اخبار مزید لکھتا ہے کہ عوام کو چاہیے کہ ان حالات کے خلاف شدید رد عمل کا اظہار کریں۔ سب سے مناسب رد عمل یہی ہو گا کہ ملک میں جاری جنگ میں حکومت کی پوزیشن اور سیکورٹی معاہدہ کرنے والے درجن بھر افراد کا موقف عوام کے سامنے پیش کیا جائے۔

اب جب بات کابل تک پہنچ گئی تو غیر ملکی جارحیت پسندوں کے لیے سب سے اہم کام یہ ہے کہ وہ اپنے فوجی قیام کے فیصلے پر نظر ثانی کریں۔ اپنے فوجیوں کے انخلا کے لیے کوئی محفوظ راستہ تلاش کریں۔ بجائے اس کے کہ ہر دن وہ ایک درجن فوجیوں کی لاشیں اٹھاتے رہیں، یہ ان کے حق میں بہتر ہے کہ اب مکمل طور پر اس ملک سے اپنی فوج نکال لیں۔ تاکہ افغان عوام ناعاقبت اندیش اہل کاروں کا محاسبہ کر سکیں اور انہیں انصاف کے کٹہرے میں لا کر ان کے جرائم کی سزا دے سکیں۔

بقیہ از: امریکی زوال کی پیش گوئیاں

کہ امریکی حکومت بجائے اس کے کہ عوام کے پیسے عوام پر خرچ کرے، اسے دنیا پر قبضے اور جارحیت پر خرچ کر رہی ہے۔ دوسری بات یہ کہ امریکی عوام ایک مضبوط قوم ہے۔ انہیں ذرائع ابلاغ اور دیگر ذرائع سے معلوم ہے اور وہ جانتے ہیں کہ امریکا دنیا کا سب سے زیادہ مقروض ملک ہے۔ اس پر ڈیڑھ سو کھرب سے زیادہ ڈالر کا قرضہ ہے۔ جس کی وجہ سے امریکی معیشت زوال کا شکار ہے۔ اسی طرح امریکا کی زیادہ توجہ اب تعلیم، صحت اور روزگار کے بجائے جنگوں پر ہے۔ ماضی کی بہ نسبت بے روزگاری کی شرح میں سب سے زیادہ اضافہ ہوا ہے۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ صرف اپنی ریاستوں کے اندر اپنے مسائل کم کرنے کا سوچ رہے ہیں۔ ساری دنیا پر حکومت کرنے کا بوجھ اپنے سروں پر سوار نہیں کرنا چاہتے۔ دوسری طرف امریکی جانتے ہیں کہ امریکی پالیسیوں نے ساری دنیا کو آگ کا گولہ بنا دیا ہے۔ کوئی امریکی شہری دنیا میں محفوظ نہیں ہے۔ دنیا بھر میں لوگ ان سے نفرت کرتے ہیں۔ آزادی پسندوں کا کہنا ہے کہ وہ اس سب کے بجائے اس بات کو زیادہ پسند کرتے ہیں کہ اپنی ریاستوں کو امریکا سے آزادی دلائیں اور دنیا بھر کے لوگوں سے اپنے معمول کے رابطوں کا آغاز کریں تاکہ بااعتماد طریقے سے دنیا میں ہر شخص سے لین دین کر سکیں۔

سفید فام اور سیاہ فام کی پرانی رقابتیں ایک بار پھر تازہ ہونے لگی ہیں۔ فریقین کے مطالبات کے درمیان زمین و آسمان کا فاصلہ ہے۔ اوباما کے خلاف ریپبلکن جماعت کی کامیابی بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ امریکا میں یہ فرق اور امتیاز بڑھ رہا ہے۔ جو شاید عنقریب ایک بڑی خانہ جنگی پر منتج ہو جائے۔ اس کو دیکھتے ہوئے جان کالنگ لکھتا ہے: امریکا ایک ایسی بند گلی میں داخل ہو گیا ہے، جہاں سے اسے واپسی کا کوئی راستہ نہیں مل رہا۔

موجودہ حالات میں ایک جانب امریکا میں آزادی پسندوں کا مطالبہ شدت پکڑ رہا ہے۔ آزادی پسند ریاستوں میں مضبوط تحریکی آثار نظر آ رہے ہیں۔ بڑی تعداد میں لوگ وہائٹ ہاوس سے آزادی مانگ رہے ہیں۔ ان کے خلاف جوابی رد عمل بھی شروع ہو گیا ہے۔ جو لوگ آزادی چاہتے ہیں ان کی شہریت منسوخ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس سے امریکیوں کے درمیان فاصلے بڑھ رہے ہیں۔ امریکا میں بڑے پیمانے پر اسلحے کی خرید و فروخت جاری ہے۔ ذرائع ابلاغ کے مطابق صرف گذشتہ تین ماہ میں امریکیوں نے تین ملین ڈالر کا اسلحہ خریدا ہے۔ یہ اسلحہ مستقبل میں امریکی زوال کا ایک طاقت ور طوفان اٹھائے گا۔ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ امریکی زوال کے لمحات اب قریب آ گئے ہیں۔ بہ قول جان کالنگ 2020 کا انتظار کریں۔

★★★

مساجد میں دھماکوں کا ذمہ دار کون؟

شاہد غزنیوال

باراک اوباما نے امریکی فوجیوں کو افغانستان میں ایک سال مزید براہ راست کارروائیاں کرنے کا اختیار دے دیا۔ کابل ادارے کے قومی جرگے نے کابل اور واشنگٹن کے درمیان مجوزہ سیکورٹی معاہدے پر دستخط کی قرارداد بھی منظور کرلی۔ یہ دو کاوشیں درحقیقت افغانستان کے مظلوم عوام کے ارادوں کے خلاف غاصب افواج اور ان کی غلاموں کی طرف سے کچھ ایسے اقدامات تھے، جن کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔

امریکا کے ساتھ انہی اقدامات کی روشنی میں افغانستان کے صوبے پکتیکا کے ضلع "یحیی خیل" میں ایک والی بال میچ کے دوران دھماکے کا واقعہ پیش آیا، جس میں مرنے والوں اور زخمیوں کی تعداد سو سے متجاوز ہے۔ اگرچہ اس دھماکے میں عام شہریوں کے علاوہ بہت سے پولیس اور حکومت کے کارندے بھی جان بحق ہوئے، مگر ان میں زیادہ تعداد عام شہریوں کی تھی۔ اس طرح عام شہریوں کے اجتماعات پر فوج کی جانب سے ایسے دل دہلا دینے والے حملے ہرگز نہیں ہونے چاہئیں۔

یحیی خیل کے افسوس ناک واقعے کے کچھ ہی دن بعد ۲۸ نومبر کو صوبہ ننگرہار کے علاقے خوگیانی کی جامع مسجد میں نماز جمعہ کے دوران خونریز دھماکے میں متعدد نمازی زخمی ہوئے۔ اس دھماکے کے تیسرے ہی دن افغانستان کے صوبے بغلان میں تدفین کے دوران دھماکے میں ۳۰ کے قریب افراد جاں بحق ہوئے۔ قومی جرگے اور واشنگٹن کے درمیان مجوزہ سیکورٹی کے معاہدے کے ساتھ ہی عام شہریوں کے اجتماعات، مقدس مقامات اور مذہبی مراکز پر ہونے والے دھماکے دراصل افغانستان انٹیلی جنس ادارے "این۔ڈی۔ایس" کے ہاتھوں تیار وہ سازشیں ہیں، اسلام میں بے گناہ شخص کو قتل کرنا اللہ تعالی کے نزدیک شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ ہے۔ اسلام مقدس مقامات کی عزت واحترام کا حکم دیتا ہے۔

جہاں ایک طرف اسلام میں بے گناہ شخص کو قتل اور مقدس مقامات کی توہین کو حرام قرار دیا گیا ہے تو پھر (نعوذ باللہ) ایک مسلمان کیسے ان کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہوسکتا ہے؟! اللہ تعالی کے احکامات کو نافذ کرنے والے مجاہدین اسلام کیسے مقدس مقامات کی بے حرمتی کرسکتے ہیں؟

امریکا اور اس کے بے ضمیر غلام اب یہ سمجھ لیں کہ افغانستان کے مظلوم عوام کو مزید نہیں ورغلایا جاسکتا۔ وہ امریکا کی افغانستان میں مزید موجودگی چاہتے اور نہ ہی اسے برداشت کرسکتے ہیں۔ لہٰذا وہ عام شہریوں کے اجتماعات پر دھماکے مقدس مقامات کی بے حرمتی کرکے قطعاً یہ ثابت نہیں کرسکتے کہ امریکا کی موجودگی کے بغیر ان کی جان ومال، ان کے مقدس مقامات اور ان کے غم وخوشی کے مجالس محفوظ نہیں ہیں۔ امریکا اور ان کے غلاموں کی ۱۳ سالہ جارحیت سے عوام بخوبی واقف ہوگئے ہیں۔ ان کے ظلم وسربریت نے افغان عوام کے ذہنوں کو ان کا مخالف بنادیا ہے۔ اب وہ اس طرح کے واقعات اور جرائم رونما کرکے ڈھائے گئے مظالم کو چھپانے کی کوششیں کررہے ہیں۔

اس صورت حال کے پیش نظر مجاہدین کو کیا کرنا چاہیے؟ جہاں استعماری قوتیں کرائے کے قاتل خرید کر عام شہریوں پر اس طرح کے دھماکے کرواکر انہیں طالبان کی کارروائی قرار دیتے ہیں۔ امریکا اس طریقے سے افغانوں کے قتل عام کو بڑی کامیابی تصور کرتا ہے۔ چاہے وہ عام فرد ہو یا پولیس اور کوئی طالب۔ ان کا مقصد صرف اور صرف افغانوں کی زندگی سے کھیلنا ہے۔ مجاہدین بھائیوں کو چاہیے کہ وہ شکست خوردہ دشمن کے اس خطرناک فتنے کی طرف مکمل توجہ دیں۔ ایسے منصوبے سامنے لائے جائیں، جس کے ذریعے عوام الناس کی جان ومال کو محفوظ بنایا جاسکے۔ یہ ہر مجاہد کا فریضہ ہے۔ مجاہدین اسے اپنا ہدف تصور کرتے ہیں۔

دوسری بات یہ کہ دشمن کی طرف سے جہاں بھی ایسے سانحے رونما ہوں، مجاہدین کو چاہیے کہ وہ نہ صرف میڈیا کے ذریعے ان واقعات سے اپنی لاتعلقی کا اظہار کریں،

بقیہ صفحہ نمبر 33 پر ملاحظہ فرمائیں۔

قبلہ اوّل کے خلاف عالمی سازشیں

اجمل جلال

اسرائیلی آبادکاری کے وزیر "یوری ایریئل" نے کہا ہے: وہ مسجد اقصیٰ کو شہید کرکے وہاں سلیمانی عبادت گاہ تعمیر کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، کیوں کہ یہ جگہ در اصل ایک یہودی عبادت خانے کی ہے، جس پر بعد میں یہ مسجد تعمیر کی گئی ہے۔ ایک اسرائیلی ریڈیو کو انٹرویو دیتے ہوئے ایریئل نے کہا کہ مسجد اقصیٰ کی جگہ یہودی عبادت خانہ تعمیر کرنا ہماری کتاب تورات کا حکم ہے۔ انہوں نے امید ظاہر کی کہ آنے والے انتخابات سے حکومت پر دباؤ بڑھ جائے گا کہ وہ جلد ہی اس کام کا آغاز کرے۔ اسرائیل مجبور ہو کر عوام کی خواہشات کے مطابق ان کا مطالبہ منظور کرلے گا۔

یہ انکشافات ایک ایسے وقت میں ہوئے ہیں، جب یہودی مظالم اور وحشیانہ کارروائیوں کا سلسلہ آئے دن بڑھتا چلا جارہا ہے۔ فلسطینی اپنے گھر چھوڑنے پر مجبور ہیں۔ ان کی زندگی اجیرن بنادی گئی ہے اور نوجوان فلسطینیوں کو مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دی جارہی۔ اسرائیل کی حالیہ وحشی کارروائیوں کے بعد مغربی غزہ کے ایک لاکھ فلسطینی شہریوں سے گھر چھوڑنے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ واپسی کے لیے اسرائیلی احکامات کے منتظر رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اسرائیلی عبادت خانے کے قیام کا منصوبہ فلسطینی سرزمین پر جارحیت کے آغاز میں ہی بنایا گیا تھا۔ حالانکہ مسجد اقصیٰ کو یونیسکو کی حمایت بھی حاصل ہے۔ لیکن اس کے باوجود اسرائیلی حکام مسجد اقصیٰ کی شہادت کے منصوبے پر بڑی تیزی سے عمل پیرا ہے۔ یہاں تک کہ مسجد کی تہہ میں بارود بھری زیرزمین سرنگیں بھی بناکر نصب کی گئی ہیں۔

اسرائیل کی ان وحشیانہ کارروائیوں کو براہِ راست دیکھنے والے عالمی، خاص طور پر مغربی ممالک نے اس معاملے پر چپ سادھ لی ہے۔ ساتھ ہی نئے فلسطین کے قیام کے عنوان سے اسرائیلی مظالم اور جارحیت کو قانونی حق قرار دینے کے لیے دن رات چیختے رہتے ہیں۔ سابق جارحیت پسند انگریز نے اس کام کے لیے سب سے پہلے یہ کام کیا کہ اس نے فلسطین کو ایک آزاد اور خودمختار ملک تسلیم کرلیا ہے۔ اس کے بعد سویڈن اور بالآخر تمام یورپی اتحادی ممالک نے ایک آزاد فلسطین کے قیام کا مطالبہ کیا ہے۔ آزاد فلسطین کے قیام کے مطالبے کو اگر سچ مان لیا جائے تو یہ دراصل امریکا اور برطانیہ کا مشترکہ ڈرامہ ہے، جس کے نتائج فلسطینی عوام اور فلسطین کی سرزمین کے لیے نہایت بھیانک ہوں گے۔ اگر ہم اس بات سے صَرفِ نظر کریں کہ "اسرائیلی مظالم کے خلاف برطانیہ، سویڈن اور یورپی اتحاد نے کچھ نہیں کیا، یہاں تک کہ ان ممالک میں مضبوط یہودی لابی تنظیمیں فعال ہیں، جنہیں ان ممالک کی مکمل حمایت حاصل ہے" اور صرف اس جملے پر آجائیں کہ "ایک نئے فلسطین کے قیام کا کیا مطلب ہے؟" تو جواب چند الفاظ میں دیا جاسکتا ہے کہ: ایک طرف حماس ہے، جو فلسطین کی سرحدوں کی محافظ ہے۔ لیکن دنیا کی نظر میں وہ ایک دہشت گرد تنظیم ہے۔ جب فلسطین کے دفاع کو دہشت اور وحشت کہا جائے تو پھر ان لوگوں کو فلسطین کے قیام کا بالکل حق نہیں ہے۔ دوسری طرف "الفتح" ہے، جو ہمیشہ اپنے عوام کو اذیتیں اور اسرائیل کے مفادات کے تحفظ میں مصروف رہی ہے۔ الفتح نے اپنی سابقہ تاریخ میں فلسطین کے مفاد کی خاطر ایک قدم بھی نہیں اٹھایا۔ الٹا اپنی سرزمین اسرائیل کے سپرد کردی۔ الفتح نے ہمیشہ ان فلسطینیوں کو شدید اذیتیں دی ہیں اور گرفتار کرکے جیلوں میں ڈالا ہے، جو اسرائیل کے خلاف مظاہروں میں شریک ہوتے ہیں۔

ان صحافیوں اور فوٹوگرافرز پر شدید تشدد کیا، جو اسرائیل کے خلاف رپورٹنگ کرتے ہیں۔ انہی کارناموں کی بنا پر الفتح دنیا کی نظر میں دہشت گرد نہیں، بلکہ "اعتدال پسند" تنظیم ہے۔ بالفرض اگر نیا فلسطین وجود میں آتا ہے تو اس کے اقتدار کی ڈوریاں الفتح کو تھمادی جائیں گی۔ 1994ء سے آج تک فلسطینی حکومت کے لیے "فلسطینی ادارے" کی اصطلاح استعمال کی جارہی ہے، جسے عالمی حقوق کے تناظر میں پوری حاکمیت حاصل نہیں اور نہ ہم اسے ایک ملک کہہ سکتے ہیں۔ 1994ء کے معاہدے کے مطابق "فلسطینی ادارہ" ایک آزاد فلسطینی ریاست کے قیام کے لیے بنایا گیا تھا۔ بقیہ صفحہ نمبر 42 پر ملاحظہ فرمائیں۔

نازک آبگینوں کی صدا

نسیم خان محمدی

جب اخبارات اور ٹی وی شوز میں کھلکھلاتے رنگ آشنا کپڑوں کی نمائش کی جاتی ہے تو بے قرار دل کی مالکہ آدم زادی کا شوق انگڑائیاں لے کر بھڑک اٹھتا ہے۔ صنفِ نازک کی چاہت کالاوا اُبل پڑتا ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ ایسا لباس میرے تن پر بھی دل لبھاتی زینت کے مناظر پیدا کرے۔ یقیناً جب کوئی نمائش میں دیکھا ہوا لباس خریدے گا تو اسے پہننے والا بھی یہی چاہے گا کہ "میں بھی نظر آؤں!" ہر ایجاد کے پس پردہ ایک نظریہ اور فکر کار فرما ہوتی ہے۔ وہ سوچ کسی نہ کسی موڑ پر اپنا رنگ ضرور دکھاتی ہے۔ یہ اُس ایجاد کی وہ فطرت ہے، جو بنیادی طور پر ہر ایک میں رکھی گئی ہوتی ہے۔ اور یوں صنفِ نازک بے پردہ ہو جاتی ہے۔ وہ چراغِ خانہ کے بجائے شمعِ محفل بن جاتی ہے۔ پھر اُس کی نازک اداؤں سے وہ لوگ "دل پاگل" کرتے ہیں، جو اُس کے غیر محرم ہوتے ہیں۔ بے حیائی، عریانی اور فحاشی کا یہ بے لگام سیلاب یہیں تک رہتا تو معاملہ گرفت میں آسکتا تھا۔ لیکن اس کا ایک اَور رُخ بھی ہے، جس کی خوف ناکی کسی کالے ناگ کی طرح ذہن کی آسودگیوں کو ڈسے جارہی ہے۔

اللہ کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کے مطابق: قیامت کے قریب عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہو جائے گی۔ ہم آج اسی قیامت خیز زمانے کا ایک حصہ ہیں۔ آپ بازاروں میں چلے جایئے، ایک ڈیڑھ فیصد مرد ہوں گے، باقی سب عورتیں ہوں گی۔ اسپتالوں کا بھی یہی معاملہ ہے۔ گھروں کی صورتِ حال بھی کچھ اس سے مختلف نہیں ہے۔ بین الاقوامی جنگی تناظر میں دیکھا جائے تو مردوں کی اموات کی صورت میں عورتیں بچ رہتی ہیں۔ ایک مرد کے مقابلے میں کئی عورتیں آچکی ہیں۔

دوسری جانب عالمی فکری پروپیگنڈے کی وجہ سے عالمِ اسلام دفاع کی کیفیت سے دوچار ہے۔ مسلمان تو مسلمان، اسلام کے بنیادی عقائد تک استشراقی یلغار کا شکار ہیں۔ مغرب کے طریقۂ واردات میں یہ بات داخل ہے کہ وہ عورت کو ایک ہتھکنڈے کے طور پر استعمال کرتا ہے۔ حقوقِ نسواں اور اسی طرز کے دیگر نعروں کے پیچھے یہی حقائق ہیں۔ اسلام میں چار بیویوں سے شادی کی فطری اجازت کو بھی ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جارہا ہے۔ اس قانون کو ظالمانہ باور کروا کر مردوں کی قلت کے بحران کو مزید سنگین بنایا جارہا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ایک مرد تو ایک عورت سے شادی کر لیتا ہے، مگر باقی زائد عورتیں اپنا رفیقِ حیات کہاں سے تلاش کریں؟

جب شباب کی قیامت خیزی اور حسن کی چابک دستی کو رام کرنے کے لیے کوئی پری وار نہیں ملتا تو دیدہ و دل فریب مناظر کے گھنگھور بادلوں کی برسات کوئی کب تک برداشت کرے؟؟! یوں ایک شریف زادی "غبارِ خاطر کی تسکین" کے لیے اَن جانی پگڈنڈیوں پر قدم بڑھانے چل پڑتی ہے۔ اس میں صرف اس حواء زادی کا سرمایۂ حیات ہی نہیں گناہ گار ہوتا، بلکہ اُس آدم زاد اور اس کی رفیقۂ حیات کی محبت بھی آلودہ ہو جاتی ہے، جو اپنا دین مکمل کر کے اپنا آشیانہ بنا چکا ہوتا ہے۔ یوں ایک بنا بنایا گھروندا بھی عریانیت کے طوفانوں کی نذر ہو کر رہ جاتا ہے۔ پھر نائٹ کلب آباد ہوتے ہیں۔ جسم ویران ہوتے ہیں۔ عصمتیں لٹتی ہیں۔ زندگیاں برباد ہوتی ہیں۔ گھر اجڑ جاتے ہیں۔ غم کے بادل برستے ہیں اور خودکشیوں کا سیلاب سب کچھ بہا کرلے جاتا ہے۔

اے والدین! غور کیجیے، کیا نمائشوں کے پہناوے اچھے ہیں یا آپ کی چہیتی بیٹیوں کے نازک گہوارے قابلِ احترام ہیں؟ کیا ایک شوہر چار عورتوں کی زندگی آباد کرتا اچھا لگتا ہے یا ایک عورت ہزاروں درندوں سے آلودہ ہو کر لائقِ تعریف کہلاتی ہے؟ زمانہ قیامت کا ہے۔ بے حیائی بہت ہے۔ عورتیں زیادہ ہیں۔ مرد کم ہیں۔ اسلام رہنمائی کر رہا ہے۔ دیر ہونے سے پہلے پہلے آپ کا درست فیصلہ آپ کی اپنی اولاد سے محبت، اُلفت اور چاہت کا امتحان لے رہا ہے! یہ نازک آبگینوں کی صدا ہے اسے نظر انداز مت کیجئے گا۔

احمد فارسی

افغانستان نومبر 2014 میں

زیر نظر تحریر میں دشمن کے صرف ان واقعات اور نقصانات کی جانب اشارہ کیا جارہا ہے، جن کا دشمن نے اعتراف کیا ہے۔ نقصانات کے صحیح اعداد و شمار الامارہ اور دیگر خبری ویب سائٹس پر دیکھے جاسکتے ہیں۔

ہمیشہ کی طرح اس بار بھی نومبر کی خنکی مجاہدین کے لیے بہترین مددگار ثابت ہوئی ہے۔ اونچے پہاڑوں کے درمیان چلتی سرد ہواؤں کے درمیان سے سرسراتی ہوئی رائفل کی گرم گولیاں دشمن کی مزید جانیں لینے کا باعث بنیں۔ جہاں پہلے میرے دشمن کا نشانہ خطا ہوتا تھا، اب اس کے اوسان بھی خطا ہونا شروع ہوگئے ہیں۔ 2014 کے نومبر میں دارالحکومت سمیت ملک میں موجود دشمن کے انتہائی محفوظ ٹھکانے اور فوج مجاہدین کے قاتلانہ حملوں کی زد میں آئی۔ اس سلسلے میں خارجی اور داخلی دشمن کو بھاری جانی ومالی نقصانات اُٹھانا پڑے۔ دشمن کے اعترافی بیان کے مطابق رواں سال ان کے غم ناک نقصانات میں 6.5 فیصد اضافہ ہوا ملک کے بڑے شہروں میں بھی حملوں اور کارروائیوں میں 68 فیصد اضافہ دیکھا جارہا ہے۔

دشمن کے نقصانات:

ہم گزشتہ مہینوں کی رپورٹ میں یہ واضح کرچکے ہیں کہ دشمن اپنے نقصانات چھپانے کی بہت کوشش کرتا ہے۔ یہاں سے جانے اور فوجی اڈے چھوڑنے کے بعد بھی اپنے نقصانات اور خسارے کی تفصیلات عیاں نہیں کرنا چاہتا۔ دشمن اپنی عادت کے مطابق ہمیشہ سے ہر واقعے کے بعد کم سے کم معلومات پیش کرتا ہے، حتیٰ کہ انتہائی اہم اور خون ریز واقعات بھی منظر عام سے چھپالیتا ہے۔ اس ماہ میں بھی دشمن نے صرف 3 بیرونی فوجیوں کی ہلاکت کا اعتراف کیا ہے، اور یوں اس سال اب تک مرنے والے بیرونی فوجیوں کی مجموعی تعداد 71 ہوگئی ہے۔ واضح رہے تیرہ سالہ جارحیت میں 3481 بیرونی فوجی مارے گئے ہیں۔ جس میں 2 ہزار 3 سو 53 امریکی اور چار سو 53 انگریز ہیں۔ لیکن جیسا کہ ذیل کی سطور میں آپ پر واضح ہوگا کہ دشمن کا حقیقی نقصان ان کے اعتراف کردہ نقصان سے کئی گنا زیادہ ہے۔ جمعرات 20 نومبر کو امریکی کانگریس کو ایک لرزہ خیز خبر کا سامنا کرنا پڑا، جو ایک امریکی روزنامے میں شایع ہوئی تھی۔ خبر میں بتایا گیا تھا کہ افغانستان اور عراق سے زخمی ہوکر یا شکست کی وجہ سے لوٹنے والے فوجیوں میں سے روزانہ کم از کم 22 سپاہی خودکشی کرلیتے ہیں۔

داخلی دشمن کے نقصانات:

داخلی دشمن کو بھی اپنے آقاؤں کی طرح روزانہ کی بنیاد پر نقصانات کا سامنا ہے۔ امریکی فوج کے نائب کمانڈر جنرل جوزف انڈرسن نے 6 نومبر کو شایع ہونے والے اپنے ایک بیان میں کہا تھا: ''کٹھ پتلی انتظامیہ کی صفوں میں نقصانات کا ایشو بڑھ رہا ہے۔ رواں سال نیشنل آرمی کے 4 ہزار 6 سو چونتیس فوجی طالبان کے حملوں میں ہلاک ہوئے ہیں۔'' انہوں نے مزید کہا ہے کہ ''داخلی دشمن کے نقصانات میں 6.5 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ اسی طرح مزدور انتظامیہ نے 19 نومبر بروز بدھ اعتراف کیا کہ ملک کے اہم شہروں میں مجاہدین کے حملوں میں 68 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ جس سے نقصانات کی شرح میں بھی اضافہ ریکارڈ کیا گیا ہے۔

تفصیل کے بجائے مختصراً چند اہم واقعات کی جانب اشارہ کریں گے۔

2 نومبر بروز اتوار قندہار کے نائب گورنر مجاہدین کے حملے ہلاک ہوگئے۔

3 تاریخ کو بروز جمعرات صوبہ ہرات میں صوبائی شوری کے ممبر اور ننگرہار کے پچی کوٹ میں مذکورہ ضلع کے پولیس سربراہ مجاہدین کے گروپ حملے میں ہلاک ہوگئے۔

10 نومبر بروز پیر ایک ظالم اور وحشی امریکی کمانڈر ''سبز علی'' لوگر کے صوبائی مرکز میں مجاہد کے فدائی حملے مارا گیا۔ اس حملے میں ان کے دیگر 7 معاونین بھی جان سے گئے۔ ننگرہار میں ایک اور واقعے میں پولیس اکیڈمی کے 3 اساتذہ تعلیم کا غدارانہ استعمال کرنے کے جرم میں ایک حملے میں ہلاک ہوگئے۔

خیبر آپریشن:

بیرونی اور داخلی دشمن کا خیال تھا کہ ایک نئی شریک انتظامیہ بننے اور اس کا سربراہ ایک مکار اور مجرم شخص کو بنانے کے بعد مجاہدین کے حوصلے، مزاحمت

اور مقابلے میں کمزوری آجائے گی۔ دوستم کئی بار راستوں اور گلیوں میں نکلا اور مجاہدین کو چیلنج دینے لگا۔ مجاہدین نے بھی سرد ہواؤں کے لطف کو دوبالا کرنے کے لیے ایسے حملوں کی ایسی گرمی پیدا کی، جس سے دشمن کے سب سے محفوظ مراکز اور اڈے جھلس کر راکھ کا ڈھیر بن گئے۔ دشمن انگشت بدنداں ہے کہ زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے!!

یکم نومبر بروز ہفتہ لوگر ضلع "ازرہ" میں ایک فدائی حملے میں دشمن کے اعتراف کے مطابق 14 پولیس اور فوجی اہلکار ہلاک اور 28 زخمی ہوگئے۔

9 نومبر بروز اتوار امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے دارالحکومت کابل میں تین الگ الگ حملے کیے۔ کابل کے قلب میں شدید رکاوٹیں اور شدید سیکورٹی حصار عبور کرکے کابل پولیس ہیڈکوارٹر کی عمارت پر حملہ کیا گیا۔ اس آپریشن میں ہیڈکوارٹر کے سربراہ کی ہلاکت کے ساتھ کئی دیگر افسران اور ملازمین بھی ہلاک ہوگئے۔ اس حملے سے قبل "شاہ شہید" کے علاقے میں بھی نیشنل آرمی کی ایک گاڑی مجاہدین حملے کا نشانہ بنی، جس میں سوار تمام افراد ہلاک اور زخمی ہوگئے۔

اسی طرح 13 نومبر بروز جمعرات جارحیت پسند صوبہ ننگرہار میں ایک بار پھر مجاہدین کے حملے کا نشانہ بنے۔ جس میں کئی جارحیت پسند ہلاک اور زخمی ہوئے۔ ان کی کئی فوجی گاڑیاں بھی اس حملے میں تباہ ہوگئیں۔

ایک روز بعد امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے امریکی جارحیت پسندوں کے ایک کانوائے پر پروان ضلع بگرام میں حملہ کیا، جس میں 8 امریکی ہلاک اور 7 زخمی ہوئے۔

18 نومبر بروز منگل کو امارت اسلامیہ کے مجاہدین کی جانب سے کابل میں گرین ویلج کے نام سے مشہور دشمن کے سب سے محفوظ مرکز پر باقاعدہ منصوبہ بندی کے ساتھ منظم آپریشن کیا گیا۔ مجاہدین کے ان حملوں اور دھماکوں نے پورے دارالحکومت کو لرزا کر رکھ دیا تھا۔ اس آپریشن میں بیرونی اور اندرونی دشمنوں کو شدید نقصان پہنچا۔ ایک روز بعد زابل ضلع شینکی مجاہدین کے حملے کا نشانہ بنا، جس میں پولیس ہیڈکوارٹر کی عمارت، اربکی ملیشیا کی عمارت، دشمن کا انٹیلی جنس مرکز اور ضلعی کمشنر آفس کی عمارت مکمل طور پر تباہ ہوگئی۔ اس کارروائی میں دشمن کے عمارتوں میں موجود 120 افراد ہلاک ہوئے۔

24 نومبر بروز پیر کابل کے نویں زون کے مضافات میں بیرونی فوجیوں کے کانوائے مجاہدین حملے کا نشانہ بنے، جس میں دشمن کے اعتراف کے مطابق 2 افراد ہلاک اور زخمی ہوئے۔ اس کے ایک روز بعد چھٹے زون کے مضافات میں نیشنل آرمی کی گاڑی مجاہدین کے ہاتھوں تباہ ہوگئی، جس میں سوار کئی فوجی ہلاک ہوئے۔

27 نومبر بروز جمعرات دارالحکومت کابل میں برطانوی سفیروں کی گاڑی حملے کا نشانہ بنی، جس میں دشمن کے اعتراف کے مطابق 2 بیرونی فوجی ہلاک اور کئی زخمی ہوگئے۔ اسی روز امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے ایک بار پھر جنوبی ہلمند میں واقع جنگی کیمپ شوراب پر ہلاکت خیز حملہ کیا۔ پانچ روز تک جاری رہنے والے اس حملے میں دشمن کو بے انتہا جانی اور مالی نقصان پہنچا۔ اگرچہ دشمن نے صرف 8 افراد کی ہلاکت اور 6 رینجرز گاڑیوں اور نیشنل آرمی کے رہائشی بلاکوں کی مکمل تباہی کا اعتراف کیا ہے، مگر عینی شاہدین اور باوثوق رپورٹیں بتاتی ہیں کہ 100 سے زیادہ افراد ہلاک ہوئے ہیں اور درجنوں گاڑیاں، رہائشی بلاک اور عسکری وسائل تباہ ہوگئے ہیں۔

یہ اپنی نوعیت کا واحد حملہ تھا، جو ایک بڑے فوجی اڈے پر کیا گیا اور پانچ دن جاری رہا۔ لیکن شکست خوردہ دشمن نے اپنے زرخرید میڈیا کو اس بات پر مجبور کیا کہ اس حوالے سے معلومات نہ دیں۔ تاکہ نقصانات کے حقیقی اعداد و شمار ظاہر نہ ہوں۔ اسی روز جارحیت پسندوں کا کابل وزیر اکبر خان علاقے میں موجود ایک رہائشی مکان حملے کا شکار ہوا۔ یہ مکان دوستم کے گھر کے قریب واقع ہے۔ یہ ایک محفوظ ترین علاقہ سمجھا جاتا ہے۔ اس حملے میں وہاں موجود درجنوں فوجی ہلاک ہوئے۔ دو روز بعد 29 نومبر بروز ہفتہ عیسائیت کی اشاعت کے مرکز پر دارالحکومت کابل کے "کارتہ 3" کے علاقے میں ہلاکت خیز حملہ کیا گیا، جس میں بہت سے عیسائی مبلغین اور نیشنل آرمی کے افراد ہلاک ہوئے۔

دشمن کا اپنی شکست اور مجاہدین کی قوت کا اعتراف:

دشمن نے حال ہی میں کئی بار مجاہدین کی قوت، اپنی شکست اور کمزوری کا اعتراف کیا ہے۔ 6 نومبر بروز جمعرات امریکی جارحیت پسندوں کے نائب کمانڈر جنرل جوزف انڈرسن نے کہا تھا: "نیشنل آرمی کی صفوں میں نقصانات کی سطح بڑھ گئی ہے۔ رواں سال نیشنل آرمی کے 4 ہزار چھ سو 34 اہلکار طالبان حملوں میں ہلاک ہوئے ہیں۔ حالانکہ گزشتہ سال نیشنل آرمی کے 4 ہزار 3 سو پچاس اہلکار ہلاک ہوئے تھے۔" انہوں نے مزید کہا: "نیشنل آرمی اور پولیس اکیلے مخالفین کے خلاف جنگ نہیں لڑسکتے۔ مذکورہ ذرائع کے مطابق داخلی دشمن کے نقصانات میں 6.5 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ 13 نومبر بروز جمعرات نیشنل آرمی کے بریگیڈیئر جنرل نے اعتراف کیا ہے: "طالبان کی حالیہ جنگ عقیدے کی جنگ ہے۔ اس

طرح کی جنگوں میں مادیت کی کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتی۔"

19 نومبر بروز بدھ کابل انتظامیہ کے سیکورٹی ادارے نے بھی اعتراف کیا کہ مجاہدین کے حملے اہم شہروں میں 68 فیصد تک بڑھ گئے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا: "سیکورٹی معاہدے کے بعد مجاہدین کے حملوں اور کارروائیوں میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے۔ ملک کی خراب صورت حال، خصوصا افغانستان کی فروخت کے معاہدے پر دستخط نے مزدور انتظامیہ کو گھبراہٹ کا شکار کر دیا ہے۔ وہ لوگ علی الاعلان ذرائع ابلاغ کے سامنے یہ اعترافات کرنے لگے ہیں۔ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ بیرونی جارحیت پسندوں کے ساتھ معاہدے کر کے ملک کی سیکورٹی صورت حال کو کنٹرول کرنا ناممکن ہے۔ 29 نومبر بروز ہفتہ سیکورٹی امور میں کابل انتظامیہ کے مشیر خاص نے صحافیوں کے ساتھ ایک نشست میں اس بات کا اعتراف کیا ہے۔

دشمن کی صفوں میں مجاہدین کا داخل ہونا:

دشمن پہلے بھی اس بات کا اعتراف کر چکا ہے کہ بڑی تعداد میں مجاہدین نیشنل آرمی کی صفوں میں گھسے ہوئے ہیں۔ اب ایک بار پھر سینیٹ نے 30 نومبر بروز اتوار باقاعدہ رسمی طور پر اعلان کیا ہے کہ "حکومتی اداروں میں مجاہدین کی بڑھتی ہوئی تعداد حالیہ بدامنی کا باعث بن رہی ہے۔" اجلاس کے شرکاء نے اپنی پریشانی اور گھبراہٹ کا اظہار کرتے ہوئے سوال کیا کہ "مجاہدین کی اتنی بڑی تعداد حکومتی دائروں میں داخل ہونے میں کیسے کامیاب ہو جاتی ہے؟" انہوں کہا کہ یہ معاملہ نہ صرف ہلاکت خیز حملوں میں اضافہ ہوگا، بلکہ یہ حکومت کو دن بہ دن کمزور کرے گا۔

ایک طرف مجاہدین کا دشمن کی صفوں میں نفوذ بڑھ رہا ہے تو دوسری طرف کابل انتظامیہ کے مختلف اداروں سے کارکنوں اور ملازمین اپنے گناہوں اور جرائم پر توبہ تائب ہو کر امارت اسلامیہ میں شمولیت اختیار کر رہے ہیں۔ نومبر میں امارت اسلامیہ کے جلب وجذب کمیشن کی کوششوں اور مقامی مجاہدین کے تعاون سے کم از کم ۲۶۸، افراد مختلف اداروں سے الگ ہو کر مجاہدین سے مل گئے ہیں۔ مجاہدین سے ملنے والے فوجیوں کی مکمل فہرست اور واقعات امارت اسلامیہ کی دعوت وارشاد کمیشن کی ماہانہ رپورٹ الامارہ ویب سائٹ پر دیکھی جا سکتی ہے۔

فرار کا سلسلہ:

بہت پہلے شروع ہونے والا بیرونی جارحیت پسندوں کے فرار کا سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ اس سلسلے میں 22 نومبر بروز ہفتہ کابل میں بیلجیم کے سفارت خانے نے اپنے ایک اعلامیے میں اس بات کی تائید کی ہے کہ وہ افغانستان سے انخلا کر رہے ہیں۔ جارحیت پسندوں کی شکست کے بعد یہ پہلی باقاعدہ طور پر سفارتی لحاظ سے تسلیم شدہ شکست تھی، جس میں بیلجیم کے فوجیوں نے افغانستان خالی کر دیا۔ افغانستان سے جارحیت پسند فوجیوں کا انخلا مزدور انتظامیہ کے لیے خطرے کی گھنٹی سمجھا جاتا ہے۔

عوامی نقصانات:

بیرونی جارحیت پسندوں، نیشنل آرمی اور وحشی اربکیوں کی جانب سے عام لوگوں کا قتل عام، انہیں اذیتیں دینا اور گرفتار کرنے کا سلسلہ اب بھی جاری ہے۔

2 نومبر بروز اتوار ذرائع ابلاغ نے خبر جاری کرتے ہوئے واضح کیا کہ فاریاب میں دو اربکی کمانڈروں کی آپسی لڑائی میں 7 عام افراد شہید ہوئے ہیں اور اربکیوں نے تین گھروں کو آگ لگا دی ہے۔ ایک اور خبر میں بتایا گیا ہے کہ 13 عام افراد مختلف واقعات میں شہید اور 5 خواتین سمیت 10 افراد زخمی ہوئے ہیں۔ عبداللہ اور اشرف غنی کی مشترکہ حکومت میں کھلی اجازت پانے کے بعد جارحیت پسندوں نے ایک بار پھر نائٹ آپریشن اور عام لوگوں پر مظالم کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔

4 نومبر بروز منگل شایع ہونے والی ایک خبر میں بتایا گیا ہے کہ بیرونی جارحیت پسندوں نے ننگرہار ضلع چپرہار میں رات کو آپریشن کے دوران 100 عام افراد کو گرفتار اور 2 کو شہید کر دیا۔ مزدور انتظامیہ نے ان قیدیوں کو مسلح مخالفین قرار دیا ہے۔

9 نومبر بروز ہفتہ وردگ ضلع سید آباد میں کابل انتظامیہ کی افواج نے دو خواتین کو شہید اور 2 افراد کو زخمی کر دیا۔ نیشنل آرمی کے اہلکاروں نے اس وحشیانہ عمل کو اپنے ہلاک شدہ فوجیوں کا انتقام قرار دیا۔ داخلی اور بیرونی میڈیا اداروں کی رپورٹوں کی بنیاد پر کہا جا رہا ہے کہ نومبر کے مہینے کے دوران خارجی و داخلی جارحیت پسندوں کی کارروائیوں میں 24 عام افراد شہید، 11 زخمی اور 117 گرفتار کیے گئے ہیں۔

عوام کی عصمت دری کی کوششیں:

اس ملک پر بیرونی جارحیت کا سایہ اپنے ساتھ چوری، قتل اور ڈاکہ زنی کی نحوست بھی لے کر آیا ہے۔ تیرہ سالوں سے افغانستان کے مظلوم شہری آئے روز ظلم کا

شکار ہوتے آرہے ہیں۔ اس کے ساتھ انہیں ایک اَور دردناک ظلم کا سامنا ہے۔ وہ ہے مسلمان عوام کی عزت اور عفت کی لوٹ مار۔ بیرونی اور داخلی فوجیوں نے کئی بار عام لوگوں کی عصمت دری کی ہے۔ یہ سب کچھ افغان نیشنل آرمی کے زیر سایہ اور ان کی حمایت سے کیا جارہا ہے۔ اب تک اس ظلم کا کوئی مجرم گرفتار ہوا نہ کسی کو سزا سنائی گئی۔ اس طرح کے واقعات میں بہت اضافہ ہوا ہے۔ یکم نومبر بروز ہفتہ ہرات میں مسلح پولیس اہل کاروں نے ایک کم عمر بچی کو جنسی زیادتی کا نشانہ بنانے کے بعد قتل کر دیا۔ اس واقعے کو اب ایک ماہ سے زائد ہوچکا ہے، مگر مجرموں کی پہچان کے باوجود ان کے خلاف کوئی اقدام نہیں کیا گیا۔ دوماہ قبل سیاف کے ذاتی لشکر میں شامل ایک اہلکار نے ایک خاندان کے ساتھ نامناسب عمل کا ارتکاب کیا، بعد میں حکومت نے عوامی غیظ وغضب کو ٹھنڈا کرنے کے لیے اسے "اسلحے کے غلط استعمال" پر پھانسی کی سزا سنادی، مگر اس گروپ کے دو بڑے غنڈے اب بھی اپنے بڑوں کے زیر سایہ سکون کی زندگی گزار رہے ہیں۔ اور کابل انتظامیہ انہیں قانون اور انصاف کے کٹہرے میں لانے سے گریزاں ہے۔

عوامی نفرت:

افغانستان کے مظلوم اور رنجیدہ عوام جارحیت کے آغاز سے اب تک اندرونی قوتوں کے مظالم سے پریشان ہیں۔ کبھی کبھی ظلم عوام کے حدِ برداشت سے بڑھ جاتا ہے اور وہ مجبور ہو کر اپنی آواز احتجاج اور مظاہرے کی صورت میں دنیا تک پہنچاتے ہیں۔ 4 نومبر کو غور اور بغلان کے لوگوں نے حکومتی اہل کاروں اور گورنروں کے خلاف مظاہرے کیے۔ مظاہرین نے موجودہ گورنروں کے استعفی کا مطالبہ کیا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ گورنر اور ضلعی حکام لوگوں پر مظالم ڈھاتے ہیں۔ ان لوگوں نے عوامی زمینوں پر قبضے کیے ہیں۔ عام لوگوں کی زندگیوں کو خطرات لاحق ہوگئے ہیں، مگر ہمیشہ کی طرح اب بھی ان کی آواز سننے والا کوئی نہیں ہے۔

غلاموں کی حماقت:

ایک جانب جارحیت پسند اپنے مراکز اور ٹھکانوں سے فرار ہونے لگے ہیں تو دوسری جانب بلغاریہ نے 14 نومبر بروز جمعہ اپنے ایک اعلامیے میں کہا ہے: "وہ چاہتے ہیں کہ افغانستان کی جنگ کے لیے 110 فوجی بھیج دیں۔ تاکہ نیٹو کی رواں جنگ میں حصہ لے سکیں۔" بلغاریہ نے یہ فیصلہ شاید اس بیان سے قبل کیا تھا، جو امریکا میں شائع ہونے والی ایک رپورٹ کی روشنی میں دیا گیا ہے کہ: روزانہ کم از کم 22 امریکی فوجی افغانستان کی جنگ سے لوٹنے کے بعد خودکشی کرتے ہیں۔ وگرنہ اس بیان کے بعد اُسے بھی حالات کا صحیح اندازہ ہوتا اور وہ ایسا احمقانہ فیصلہ نہ کرتا۔

بقیہ از: قبلہ اوّل کے خلاف عالمی سازشیں

اگرچہ فلسطینی ادارہ غزہ اور مغربی شریعۃ کے علاقوں پر کنٹرول کا دعوی کرتا ہے، لیکن حقیقت میں غزہ پر حماس کا کنٹرول بھی ہے، جو اسرائیل اور عالمی قوتوں کو ہضم نہیں ہوتا۔ حماس کی حکومت کا راستہ روکنے اور وہ علاقے، جو اب بھی فلسطینیوں کے رہائشی علاقے ہیں، ان پر اس فلسطینی ادارے کے کنٹرول کو قانونی رنگ دینا اور اس ادارے کو ایک ریاستی شکل میں تبدیل کرنا، ان یہودی منصوبوں کا نتیجہ ہے، جب ایک مستقل ریاست وجود میں آجائے گی تو فلسطین کے خلاف اسرائیلی آلہ کار ریاست ہوگی۔ ہر وہ تنظیم جو اس ریاست کے زیر کنٹرل علاقوں میں اسرائیل کے خلاف کسی بھی قسم کی، خاص طور پر مسلح جدوجہد میں مصروف رہی، وہ شرپسند اور دہشت گرد کہلائی جائے گی۔ یہ ریاست ان تمام تنظیموں کے خلاف کارروائیاں کرے گی، جو اسرائیل کے خلاف جدوجہد میں مصروف ہوں گی۔

اس طرح عالمی حمایت یافتہ اسرائیل فاتح بن کر سامنے آئے گا۔ کیوں کہ ایک طرف حماس کو فلسطین میں شدید مشکلات کا سامنا ہے اور غزہ کی حالت قابل رحم ہے۔ لوگوں کو بھوک وافلاس کا سامنا ہے۔ کاروبار زندگی ٹھپ ہو کر رہ گیا ہے۔ لوگوں کو اپنے گھروں سے نکلنے پر مجبور کیا جارہا ہے۔ ہر سال بڑی تعداد میں فلسطینی شہری اپنا گھر بار چھوڑ کر دوسرے ممالک میں سکونت اختیار کرتے ہیں۔ دوسری طرف دنیا میں کوئی ایسا ملک نہیں، (سوائے ترکی کے جس کا کردار بھی زیادہ متاثر کن نہیں) جو فلسطینی عوام کے مطالبات کا دفاع کرے اور حماس کی حمایت کرے۔ تمام عرب ممالک یا تو اسرائیل کے حمایتی ہیں یا جان بوجھ کر حالات سے چشم پوشی اختیار کیے ہوئے ہیں۔

اسی دلیل کی بنیاد پر اگر بالفرض کسی نئے معاہدے پر دستخط سے ایک نئی فلسطینی ریاست وجود میں آ بھی جاتی ہے تو نتیجتاً مقبوضہ علاقوں پر اسرائیل کے حق کو تسلیم کیا جائے گا اور پھر اسرائیل فلسطین کے مزید علاقوں پر قبضے کے لیے کوشش کرے گا۔ مسجد اقصیٰ کی شہادت اور فلسطینی سرزمین پر یہودی آبادکاری کے منصوبوں کو ان کا قانونی حق قرار دیا جائے گا۔ جو شخص ان اقدامات کے خلاف آواز اٹھائے گا، اسے دہشت گرد اور شرپسند قرار دے کر اس کے خلاف متحدہ کارروائی کی جائے گی۔

سید سعید

جنگی جرائم

{ نومبر 2014}

ظالموں نے اس دفعہ بھی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رستے پر چلنے والے امن پسندوں کو نہیں بخشا۔ اسی سلسلے میں 2 نومبر 2014ء کو صوبہ ہلمند ضلع مارجہ کے علاقے ترخہ ناور میں قائم رستم چیک پوسٹ پر تعینات ستم گر اہل کار محلے کے امام مسجد کے گھر میں گھس گئے۔ ان پر تشدد کیا اور پھر قران پاک پر فائرنگ کی، جس سے اس کے مقدس اوراق سوراخ زدہ ہوگئے۔ اس واقعے کے خلاف ہزاروں افراد نے لشکر گاہ کے علاقے بولان میں احتجاجی مظاہرہ کیا اور واقعہ میں ملوث اہل کاروں کو فوری طور کڑی سزا دینے کا مطالبہ کیا ہے۔

4 نومبر کو قابض افواج نے افغان فورسز کے ساتھ مل کر صوبہ ننگرہار ضلع چپرہار کے علاقے زغو پر چھاپہ مارا۔ گھر گھر تلاشی لی گئی۔ سو کے قریب لوگوں کو حراست میں لیا اور دو افراد کو شہید کر دیا۔

12 نومبر کو صوبہ زابل ضلع شاجوئی کے علاقے خان گاؤں میں حکومتی حامی ملیشیا کے اہل کاروں نے اپنے ایک ساتھی کے قتل کے بدلے ایک شخص کو شہید کر دیا۔

14 نومبر کو صوبہ لغمان ضلع قرغیو کے علاقے گمبیری میں قابض افواج نے ستم گری کی مثال قائم کرتے ہوئے دو معصوم بچوں کو شہید اور دو کو زخمی کر دیا۔

15 نومبر کو صوبہ ہلمند ضلع مارجہ کے علاقے سیستانی الکوزو میں پولیس نے ایک بے گناہ شخص "عبد الغفور" کو شہید کر دیا۔

16 نومبر کو پولیس نے قندوز کے ضلع چہاردرہ میں 17 بے قصور افراد کو حراست میں لیا، جن میں چار کو شہید کر دیا گیا۔ پولیس حکام نے ان کو طالبان قرار دیا، لیکن ان کے لواحقین اور مقامی لوگوں نے لاشوں کو گورنر ہاؤس کے سامنے رکھ کر شدید احتجاج کیا۔ مظاہرین نے حکومت اور پولیس کے خلاف شدید نعرہ بازی کی ۔ ان کا کہنا تھا کہ مقتولین طالبان ہیں اور نہ ہی اُن کے ساتھ اِن کا کوئی تعلق تھا۔

23 نومبر کو صوبہ زابل ضلع شاجوئی کے علاقے شباز میں زیارت چوکی میں تعینات اہل کاروں نے ایک امام مسجد "حافظ محمد نسیم" کو بلاوجہ شہید کر دیا۔

25 نومبر کو صوبہ ننگرہار ضلع نازیانو کے علاقے سپین کمرڑئی میں قابض افواج نے فضائی حملہ کیا، جس کے نتیجے میں خواتین اور ایک بچے سمیت سات افراد شہید اور دو زخمی ہوگئے۔

قابض افواج اور افغان فورسز نے مشترکہ کارروائی کرتے ہوئے 28 نومبر کو صوبہ پکتیا ضلع زرمت کے علاقے سہاکو پر چھاپہ مارا۔ گھر گھر تلاشی لینے کے دوران گھروں کے دروازوں کو بموں سے اڑادیا اور مکینوں کو مالی نقصان دوچار کیا۔

29 نومبر کو صوبہ غزنی ضلع ناوہ کے مرکزی بازار کے قریب قابض افواج نے ڈرون حملہ کیا، جس کے نتیجے میں دو پُرامن شہری "جمال اور شیر" شہید ہوگئے۔

30 نومبر کو صوبہ زابل ضلع شاجوئی کے خان گاؤں کے قریب ایک گھر پر افغان فورسز نے راکٹ حملہ کیا، جس کے نتیجے میں ایک ہی خاندان کے چار افراد شہید اور دو زخمی ہوئے، اس واقعہ نے علاقے میں کہرام اُٹھادیا۔

اقتباسات: بی بی سی، آزادی ریڈیو، افغان اسلامک نیوز ایجنسی، پژواک، خبریال، لراوبر، نن ټکی ایشیا اور بینوا ویب سائٹس

صفر المظفر کے مہینے میں ہونے والے کارروائیوں کا جدول

نمبر شمار	صوبہ	کارروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات					عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات		
				صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	اجنبیوں کی ہلاکتیں	اجنبیوں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
1-	قندہار	73	1	0	0	103	43	21	5	0	0
2-	ہلمند	143	3	0	0	357	273	95	7	9	0
3-	غزنی	33	0	0	0	25	11	5	0	0	0
4-	خوست	44	0	0	0	38	47	10	0	0	0
5-	نورستان	6	0	0	0	5	2	0	0	0	0
6-	میدان وردگ	17	0	0	0	23	4	2	0	2	0
7-	کونڑ	71	0	0	0	117	86	38	3	0	0
8-	پکتیکا	17	0	0	0	14	10	2	0	0	0
9-	زابل	57	0	0	0	51	32	12	0	0	0
10-	لوگر	24	0	0	0	31	16	8	0	0	0
11-	کاپیسا	12	0	0	0	21	21	3	0	0	0
12-	روزگان	25	0	0	0	32	17	9	0	2	0
13-	پکتیا	27	0	0	0	28	25	2	0	0	0
14-	فراہ	33	0	0	0	46	41	8	1	5	0
15-	کابل	24	4	6	2	66	32	7	6	1	0
16-	ننگرہار	122	0	10	5	115	127	18	5	10	0
17-	لغمان	24	0	1	3	14	16	6	0	0	0
18-	ہرات	34	0	0	0	55	41	15	3	5	0
19-	نیمروز	16	0	0	0	31	26	2	3	4	0
20-	بادغیس	8	0	0	0	16	7	2	2	0	0
21-	قندوز	22	0	0	0	44	37	5	6	2	0
22-	بغلان	15	0	0	0	7	19	3	0	5	0
23-	فاریاب	22	0	0	0	33	31	12	2	4	0
24-	غور	3	0	0	0	1	0	0	0	0	0
25-	پروان	17	0	5	0	7	3	3	0	0	0
26-	تخار	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0
27-	سمنگان	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0
28-	بدخشان	9	0	0	0	31	10	0	2	3	0
29-	بامیان	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0
30-	بلخ	7	0	0	0	32	20	5	0	0	0
31-	جوزجان	11	0	0	0	32	18	16	1	3	0
32-	دائی کنڈی	6	0	0	0	11	2	0	1	0	0
33-	سرپل	11	0	0	0	38	9	0	1	3	0
34-	پنج شیر	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0
مجموعہ		**933**	**8**	**22**	**10**	**1424**	**1026**	**309**	**48**	**58**	**0**

فرمان امیرالمؤمنین

ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ

علماء کرام، قومی رہنماؤں اور دیگر بااثر افراد سے امید رکھتا ہوں کہ ان بے خبر نوجوانوں کو جو دشمن کے ہاتھوں استعمال ہو رہے ہیں انہیں سمجھائیں۔ والدین اور رشتہ دار بھی اپنے بچوں کو دنیا و آخرت کے نقصان سے بچانے کی کوشش کریں!

جو لوگ دشمن کی صف سے الگ ہو جائیں مجاہدین امارت اسلامیہ کی پالیسی کے مطابق ان سے ہمدردانہ سلوک کریں۔ ان کا پرجوش استقبال کریں اور ان باضمیر افغانوں کی بہادری اور سرفروشی کی قدر کریں جو دشمن پر حملہ کرکے مجاہدین کی صف میں شامل ہو جاتے ہیں۔

الحمدللہ! عوام کی جانب سے مجاہدین کے ساتھ تعاون اور ہمدردی میں اور بھی اضافہ ہوا ہے۔ میں تمام مجاہدین کی نمائندگی کرتے ہوئے اپنے محب وطن و محب دین عوام کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور ان کے مخلصانہ تعاون کے بدلے اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے خوشحالی اور دارین کی سعادت کا طلب گار ہوں۔

میدان جنگ کی طرح دیگر شعبوں میں بھی امارت اسلامیہ کی کارگردگی ترقی اور جدت کی حالت میں ہے۔ تعلیم، صحت، معیشت، عدلیہ، دعوت وارشاد، ادبی و ثقافتی کارکردگی، شہداء اور معذوروں کی خدمت، این جی اوز اور دیگر رفاہی اداروں کی نظم وضبط اور کنٹرول، قیدیوں کے معاملات اور عوامی نقصانات کی روک تھام ایسے تمام شعبہ جات میں بڑی خدمات پایہ تکمیل کو پہنچ چکی ہیں۔ والحمدللہ علیٰ ذلک۔

SHARIAT

Monthly Islamic Magazine

3rd Year   January 2015

افغانوں کی قربانیوں نے ایک بار پھر بڑے پرچم سرنگوں کر دیے، تاریخ ایک بار پھر خود کو دہرا رہی ہے۔

افغانستان افغانوں کا ملک ہے اور اس سے متعلق تمام فیصلوں کا اختیار بھی انہیں کو حاصل ہے۔ افغان کسی اور کو اپنے ملک میں مداخلت کی اجازت دیتے ہیں نہ کسی کو یہ حق حاصل ہے کہ بے سروپا بہانوں سے یہاں آکر افغانوں کی سرزمین پر اپنی ناجائز جارحیت کو طول دیں یا اس کے لیے اپنے کٹھ پتلیوں کے ذریعے حالات سازگار بنائیں۔

اب بھی اگر امریکا یا دیگر خارجی قوتیں یہ چاہتی ہیں کہ امارت اسلامیہ سے اپنے مطالبات صحیح، معقول اور اصولی طریقے سے حل کروائیں تو یہ کام مثبت اور آسان طریقے سے ہو سکتا ہے۔ مگر یہ سب کچھ اس وقت ممکن ہے جب یہ لوگ جارحیت ختم کر دیں طاقت اور دھونس دھمکی کی زبان سے باز آجائیں، حقائق کو تسلیم کر لیں اور ان کی روشنی میں پالیسی تشکیل دیں۔

امارت اسلامیہ کے اعلامیہ سے اقتباس